سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات2017

بدھ،15-مارچ2017

(یوم الاربعاء،15-جمادی الثانی1438ھ)

سولھویں اسمبلی: ستائیسواں اجلاس

جلد 27:شمارہ 8

571

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ15-مارچ2017

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات

(محکمہ جات سپیشل ایجوکیشن اینڈ انرجی)

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

سرکاری کارروائی

عام بحث

پری بجٹ بحث جاری رہے گی

573

صوبائی اسمبلی پنجاب

سولھویں اسمبلی کا ستائیسواں اجلاس

بدھ، 15-مارچ 2017

(یوم الاربعاء، 15- جمادی الثانی 1438ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 11 بج کر 20 منٹ پر زیر صدارت جناب ڈپٹی سپیکر سردار شیر علی گورچانی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری رمضان قادر نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِo

اَللّٰهُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّكُمۡ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الۡفُلۡكَ لِتَجۡرِیَ فِی الۡبَحۡرِ بِاَمۡرِهٖ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الۡاَنۡهٰرَ ﴿۳۲﴾

سورۃ إبراھیم آیت 32

اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے مینہ برسایا پھر اس سے تمہارے کھانے کے لئے پھل پیدا کئے اور کشتیوں (اور جہازوں) کو تمہارے زیر فرمان کیا تاکہ دریا (اور سمندر) میں اس کے حکم سے چلیں اور نہروں کو بھی تمہارے زیر فرمان کیا (32)

وما علینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ جناب سرور حسین نقشبندی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

یا نبی سب کرم ہے تمھارا یہ جو وارے نیارے ہوئے ہیں
اب کمی کا تصور بھی کیسا جب سے منگتے تمھارے ہوئے ہیں
دیکھ کر ان کے روضے کے جلوے مجھ کو محسوس یوں ہو رہا ہے
جیسے منظر یہ سارے کے سارے آسماں سے اُتارے ہوئے ہیں
کوئی منہ نہ لگاتا تھا ہم کو پاس تک نہ بٹھاتا تھا ہم کو
جب سے تھاما ہے دامن تمھارا دنیا والے ہمارے ہوئے ہیں
اُن کے دربار سے جب بھی میں نے پنجتن کے وسیلے سے مانگا
مجھ کو خیرات فوراً ملی ہے، خُوب میرے گزارے ہوئے ہیں

سوالات

(محکمہ جات سپیشل ایجوکیشن اینڈ انرجی)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب ڈپٹی سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔آج کے ایجنڈے پر محکمہ جات سپیشل ایجوکیشن اور انرجی سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔پہلا سوال جناب احمد خان بھچر کا ہے۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! سوال نمبر7735 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

(معزز ممبر نے جناب احمد خان بھچر کے ایماء پر طبع شُدہ سوال دریافت کیا)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

میانوالی: دریائے سندھ کالا باغ کے مقام پر چھوٹی ٹربائن سے بجلی پیدا کرنے سے متعلقہ تفصیلات

*7735: جناب احمد خان بھچر: کیا وزیر انرجی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ کالا باغ میانوالی کے مقام پر دریا سندھ میں پانی کا بہاؤ بہت زیادہ ہے جس کی وجہ سے یہاں پر چھوٹی ٹربائن نصب کر کے صوبہ کی عوام کی ضرورت کے مطابق بجلی پیدا کی جا سکتی ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس مقام پر چھوٹی چھوٹی ٹربائن بجلی کی پیداوار کے لئے لگانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر کانکنی و معدنیات / انرجی (جناب شیر علی خان):

(الف) کالا باغ، میانوالی کے قریب دریائے سندھ میں پانی کا بہاؤ کافی زیادہ ہے۔یہاں پر جناح بیراج پر MW96 اور چشمہ بیراج پر MW184 کی چھوٹی ٹربائن وفاقی حکومت نصب کر چکی ہے۔اس زیادہ بہاؤ کی بناء پر ایک بڑا ڈیم "کالا باغ" کے مقام پر بنایا جا سکتا ہے جس کی تعمیر تمام صوبوں کے باہمی اتفاق رائے کے بعد ہی ممکن ہے۔

(ب) پانی کے بہاؤ کے لحاظ سے جواب اثبات میں ہے۔چھوٹی چھوٹی ٹربائن پہلے ہی لگ چکی ہیں کیونکہ جناح اور چشمہ بیراج پہلے سے بنے ہوئے تھے اب مزید چھوٹی ٹربائن لگانے کے لئے دریا کے آر پار نیا بیراج بنانا اور تھوڑی سی بجلی چھوٹی ٹربائنوں کے ذریعے پیدا کرنا معاشی لحاظ سے سود مند ثابت نہیں ہوگا۔اس وجہ سے یہ منصوبے فائدہ مند نہیں ہوں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! کیا منسٹر صاحب بتائیں گے کہ اس وقت صوبہ پنجاب میں انرجی کا کتنا shortfall ہے؟

وزیر کانکنی و معدنیات / انرجی (جناب شیر علی خان): جناب سپیکر! یہ ضمنی سوال اس سوال سے related تو نہیں لیکن میں جواب عرض کر دیتا ہوں کہ peak summer season میں overall پاکستان میں پانچ سے ساڑھے پانچ ہزار میگاواٹ بجلی کا shortfall ہوتا ہے، چونکہ 70 فیصد بجلی پنجاب کے اندر استعمال ہوتی ہے تو اسی ratio سے پنجاب میں کوئی تین یا ساڑھے تین ہزار میگاواٹ بجلی کا shortfall ہوتا ہے۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! میرا اگلا ضمنی سوال یہ ہے کہ اگر کالا باغ ڈیم بنایا جائے تو potentially وہ اس shortfall میں سے کتنی energy requirement پوری کر سکے گا؟

وزیر کانکنی و معدنیات / انرجی (جناب شیر علی خان): جناب سپیکر! معزز ممبر کا اصل سوال کالا باغ ڈیم سے متعلق نہیں ہے۔اس سوال میں چھوٹی ٹربائن لگانے کی بات کی گئی ہے بہر حال اگر کالا باغ پراجیکٹ لگایا جائے تو اس کی total output تقریباً چار ہزار میگاواٹ ہو گی۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! جواب کے جز (الف) کی دوسری لائن میں لکھا ہوا ہے کہ "اس زیادہ بہاؤ کی بناء پر ایک بڑا ڈیم "کالا باغ" کے مقام پر بنایا جا سکتا ہے"۔ منسٹر صاحب نے خود جواب دیا ہے کہ کالا باغ ڈیم بن جائے تو چار ہزار میگاواٹ بجلی کا shortfall cover کیا جا سکتا ہے۔اسی جواب کے آخر میں لکھا ہوا ہے کہ "جس کی تعمیر تمام صوبوں کے باہمی اتفاق رائے کے بعد ہی ممکن ہے" تو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ باہمی اتفاق رائے کس نے کرنا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: سردار صاحب! یہ باہمی اتفاق رائے صوبوں نے کرنا ہے۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! ایک جگہ پر ڈیم بنانے سے چار ہزار میگا واٹ بجلی کی deficiency پوری ہو سکتی ہے تو پھر صوبہ پنجاب کیوں بڑے بھائی والا کردار ادا نہیں کر رہا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: سردار صاحب! آپ کو ان سب باتوں کا علم ہے۔ میں یہاں پر بیٹھ کر شاید quote نہ کر سکوں۔ بہر حال آپ اس میں اپنا role play کریں۔ جی، منسٹر صاحب!

وزیر کانکنی و معدنیات / انرجی (جناب شیر علی خان): جناب سپیکر! اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ technically پاکستان کے لئے کالا باغ ڈیم بہت viable and feasible project ہے لیکن جب تک تمام صوبوں کا اس کے اُوپر consensus نہیں ہو جاتا تب تک یہ بنانا مناسب نہیں۔ اتفاق رائے کے بغیر اگر یہ پراجیکٹ بنایا جائے گا تو شاید یہ بجلی تو بنا دے لیکن ہمارے درمیان دُوریاں پیدا کر دے گا۔ اس معاملے کو resolve کرنے کے لئے بہترین فورم Council of Common Interests ہے جہاں پر تمام صوبے بیٹھ کر اس بابت کوئی decision لے سکتے ہیں۔ یہاں جواب میں لکھا ہے کہ "کالا باغ" کے مقام پر ڈیم بنایا جا سکتا ہے۔ یہ تو سب لوگوں کو پتا ہے کہ یہ ایک بہت پرانا پراجیکٹ ہے۔ اس کی feasibility study ہو چکی ہے، وہاں پر کالونی بھی بنی ہوئی ہے اور اس کے لئے financing بھی available کی جا سکتی ہے لیکن یہ تب بنے گا جب consensus ہو گا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں اس حوالے سے Chair کو بھی متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ دو تین اجلاس قبل یہاں پر اس پر کافی debate ہوئی تھی اور سپیکر صاحب نے اپنی سربراہی میں کمیٹی بنانے کا اعلان کیا، مجھے بھی اُس کمیٹی میں شامل کیا اور قائد حزب اختلاف سے بھی بات کی کہ آپ بھی اس کمیٹی میں شامل ہو جائیں۔

جناب سپیکر! میں نے یہ suggest کیا کہ ہم حکومت سے کوئی monitory اخراجات نہ لیں اور ہم اپنے طور پر صوبوں کے اندر جائیں اور اُن سے بات کریں۔ اُس کمیٹی کا اجلاس نہیں ہو پا رہا میں نے اس پر سپیکر صاحب سے دوبارہ بھی بات کی تو سپیکر صاحب نے سیکرٹری اسمبلی سے کہا کہ اس کمیٹی کی میٹنگ کا arrangement کریں تو آج اس حوالے سے میں دوبارہ اس کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ تمام انجینئرز سو فیصد یکسو ہیں کہ پاکستان کی زندگی موت کا مسئلہ ہے تو یہ ڈیم بننا چاہئے۔ یہ ڈیم پانی کی storage اور سیلابوں سے بچاؤ کا بھی ذریعہ ہے اور اس میں سے جب پانی نکلے گا اُس سے 3500 میگاواٹ بجلی straight away کالا باغ ڈیم دے گا اور تربیلا ڈیم میں backup 1500 کا اضافہ ہو جائے گا۔ یہ ہمارا اس طرح کا منصوبہ ہے اور ہم مسلسل اس پر بات کرتے ہیں کہ تمام صوبے agree نہیں ہو رہے لیکن گزارش یہ ہے کہ تمام صوبوں کو agree کرنے کے لئے کوئی کاوشیں بھی تو نظر آنی چاہئیں۔ اُس پر میڈیا کے اندر open debate کرائیں، حکومت اس معاملے کو Nations of Common Interest کے اندر پیش کرے، حکومت پارلیمنٹ کے اندر اس پر debate کرائے اور انجینئرز سے briefing لے یعنی کوئی کوششیں ہوتی ہوئی نظر آئیں تو پھر کوئی معاملہ آگے چلے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحب! آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے اس وقت کالا باغ ڈیم وقت کی بھی ضرورت ہے اور اس کو بننا بھی چاہئے کیونکہ اس سے چار ہزار میگاواٹ بجلی پیدا ہو گی لیکن بات یہ ہے کہ خیبر پختونخوا کے اندر آپ کی coalition government ہے، صوبہ سندھ میں پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت ہے اور آپ خود statements پڑھتے رہتے ہیں کہ کوئی کہتا ہے کہ کالا باغ ڈیم ہماری نعشوں پر بنے گا، کوئی کہتا ہے کہ کالا باغ ڈیم کبھی نہیں بننے دیں گے تو اس معاملے پر consensus ہونا بہت ضروری ہے۔ میں سیکرٹری اسمبلی سے کہتا ہوں کہ سپیکر صاحب سے request کر کے اس کمیٹی کا اجلاس بُلائیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! بہت مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اگلا سوال نمبر 7739 محترمہ حنا پرویز بٹ کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہٰذا اس سوال کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال چودھری اشرف علی انصاری کا ہے۔

حاجی ملک عمر فاروق: جناب سپیکر! سوال نمبر 7931 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز ممبر نے چودھری اشرف علی انصاری کے ایماء پر طبع شدہ سوال جواب دریافت کیا)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

صوبہ میں بجلی کے منصوبہ جات سے متعلقہ تفصیلات

*7931: چودھری اشرف علی انصاری: کیا وزیر انرجی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) اٹھارہویں ترمیم کے بعد جب سے صوبوں کو بجلی کی پیداوار کا اختیار دیا گیا ہے تب سے آج تک صوبہ میں بجلی کی پیداوار کے کون کون سے منصوبہ جات شروع کئے ہیں؟

(ب) مذکورہ منصوبہ جات میں سے کون سے مکمل ہو چکے ہیں اور کن پر کام جاری ہے؟

(ج) مذکورہ منصوبہ جات کتنے میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، تفصیلات سے آگاہ فرمائیں؟

(د) مذکورہ منصوبہ جات کتنی کتنی لاگت کے ہیں نیز یہ رقم کن کن ذرائع سے حاصل کی گئی ہے؟

وزیر کانکنی و معدنیات/ انرجی (جناب شیر علی خان):

(الف، ب، ج، د) حکومت پنجاب نے 18ویں ترمیم کے بعد بجلی کے مندرجہ ذیل منصوبے پبلک موڈ اور آئی پی پی موڈ میں شروع کئے۔ دیگر تفصیلات درج ذیل ہیں۔

نمبر شمار	نام	فیول	پیداواری صلاحیت	تاریخ تکمیل	لاگت	فنڈنگ موڈ
1	قائداعظم سولر پراجیکٹ	سولر	100 میگاواٹ	15- مئی 2015	13.6- ارب روپے	25فیصد حکومت پنجاب (ADP) 75فیصد کمرشل بنک کا قرضہ
2	بھکھی پاور پلانٹ	LNG	1180 میگاواٹ	تکمیل کے آخری مراحل میں	80- ارب روپے	25فیصد حکومت پنجاب ADP، 75فیصد کمرشل بنک کا قرضہ
3	چھوٹے پن بجلی کے چار منصوبے	پانی	19.88 میگاواٹ	تکمیل کے آخری مراحل میں	10.8- ارب روپے	20فیصد حکومت پنجاب ADP 80فیصد ایشین ڈویلپمنٹ بنک
4	ساہیوال کول پاور پلانٹ	کوئلہ	1320 میگاواٹ	تکمیل کے آخری مراحل میں	تقریباً 180- ارب روپے	IPP
5	زونرجی پاور پراجیکٹ	سولر	300 میگاواٹ	جون 2016	---	IPP

جناب ڈپٹی سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

حاجی ملک عمر فاروق: جناب سپیکر! اس سوال کے جواب میں پانچ پراجیکٹس کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں ایک پراجیکٹ کے بارے میں کہا گیا کہ تاریخ تکمیل 15- مئی 2015، دوسرے پراجیکٹ کی تکمیل آخری مراحل میں ہے، تیسرا پراجیکٹ بھی آخری مراحل میں ہے، چوتھا پراجیکٹ بھی آخری مراحل میں ہے۔ کیا وزیر صاحب specific فرمائیں گے کہ ان تمام پراجیکٹس کی تکمیل کب تک مکمل ہو جائے

گی اور نمبر 5 پر ہے کہ زونرجی پاور پراجیکٹ جون 2016 کو مکمل ہو گیا ہے تو کیا وہ production deliver کر رہا ہے اور جواب میں اس پراجیکٹ کی تخمینہ لاگت کا ذکر بھی نہیں ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر انرجی!

وزیر کانکنی و معدنیات / انرجی (جناب شیر علی خان): جناب سپیکر! ایشین ڈویلپمنٹ بنک کے تعاون سے نہر کے اوپر Small Hydro Projects لگائے جا رہے ہیں۔ ہماری پوری کوشش ہے کہ اس financial year میں ان سب پراجیکٹس کو operational کر دیا جائے۔ میں ایوان کو apprise کرنا چاہوں گا کہ Hydro Projects and specially نہر کے اوپر جو پراجیکٹس لگائے جاتے ہیں تو جب نہر میں پانی کی بندش ہوتی ہے اُس وقت کام کی رفتار زیادہ کی جا سکتی ہے کیونکہ زراعت کے لئے جو پانی چل رہا ہوتا ہے ہم اُس پانی کو روک نہیں سکتے اور وہاں کام کرنے کے لئے ہمیں محکمہ آبپاشی سے اجازت بھی لینا پڑتی ہے جس وجہ سے ان پراجیکٹس کے اوپر زیادہ وقت لگتا ہے۔ بیچ میں flood season بھی آ جاتا ہے اور اس طرح جب پانی کے مسائل آتے ہیں تو ان پراجیکٹس میں delays آتے ہیں اس لئے ان پراجیکٹس کی تکمیل کی کوئی definite date نہیں بتائی گئی، بہر حال اس financial year میں تین پراجیکٹس کو ہم operational کر دیں گے۔ معزز ممبر نے زونرجی پاور پراجیکٹ کے بارے میں پوچھا تو یہ گرڈ کو 300 میگاواٹ بجلی دے رہا ہے۔ اس سے پہلے پنجاب حکومت کی قائداعظم سولر کمپنی نے 100 میگاواٹ install کیا تھا تو اس طرح 400 میگاواٹ سولر انرجی گرڈ کو دی جا رہی ہے۔ معزز ممبر نے زونرجی پاور پراجیکٹ پر تخمینہ لاگت کا پوچھا ہے تو چونکہ یہ پرائیویٹ انوسٹمنٹ ہے ایک Chinese Company نے اس پر invest کیا ہے اور اس کے اندر حکومت کی انوسٹمنٹ نہیں ہے جس وجہ سے اس کی cost نہیں بتائی گئی۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! اس کے تیسرے نمبر پر پن بجلی کے چار چھوٹے منصوبے لکھے ہوئے ہیں میں چاہوں گا کہ وزیر موصوف اس کے اوپر تھوڑی سی روشنی ڈال سکیں۔ اس کی پیداواری صلاحیت 19.88 میگاواٹ ہے اور یہ 10-ارب روپے کا پراجیکٹ ہے تو اگر ہم اس کو average out کریں تو پانچ میگاواٹ کا ایک منصوبہ ہے اور اگر ہم پانچ میگاواٹ منصوبہ کو 10-ارب روپیہ پر divide کریں تو 2-ارب روپے میں ہم پانچ میگاواٹ کی production کر رہے ہیں۔ وزیر موصوف کے خیال میں پانچ میگاواٹ منصوبہ 2-ارب روپے میں viable ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر انرجی!

وزیر کانکنی و معدنیات/انرجی(جناب شیر علی خان):جناب سپیکر!یہ mis-conception generally prevail کرتا ہے کہ شاید اس ملک میں بجلی کا علاج Hydro Power Project میں پوشیدہ ہے لیکن یہ fact نہیں ہے۔ جس طرح میں نے پہلے کہا کہ پانی کے بہاؤ کو ہم روک بھی نہیں سکتے اور اُس کا alter بھی نہیں کر سکتے جس وجہ سے اس کی cost زیادہ ہوتی ہے۔ دریا کے اوپر جو ڈیم بنائے جاتے ہیں اُس کے اندر interesting بات یہ ہے کہ آج پاکستان کے اندر Hydro Power Project کی 7500 میگاواٹ کی installed capacity ہے جس میں تربیلا، منگلا، وارسک اور سب Hydro Power Projects اس میں شامل ہیں لیکن سردیوں میں ان کی production ایک ہزار میگاواٹ سے بھی کم ہو جاتی ہے۔ پانی کے بہاؤ کو ارسا regulate کرتا ہے اس کو واپڈا یا محکمہ انرجی regulate نہیں کر سکتا۔ پانی کا پہلا حق زراعت کا ہے اور بجلی ایک by product ہے تو یہ concept بڑا clear ہونا چاہئے۔ تربیلا اور منگلا 40/40 سال بعد اپنے liability pay off کرنے کے بعد آج آپ کو اتنی سستی بجلی مہیا کرنے کے قابل ہوئے ہیں۔ rule of the thumb یہ ہے کہ ایک ملین ڈالر کا ایک میگاواٹ لگتا ہے اور یہ rates, all over the world ہیں ہمارے لئے کوئی علیحدہ cost نہیں ہے۔ جس طرح یہاں پر کالا باغ ڈیم کا ذکر ہوا تو تمام پراجیکٹس ضرور لگنے چاہئیں ان کا ہمیں basic فائدہ بجلی بنانے سے زیادہ پانی کے reservoirs بنانے میں ہو گا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مؤکل صاحب!آخری ضمنی سوال کر لیں۔

سردار وقاص حسن مؤکل: جناب سپیکر!میں پھر آپ کی وساطت سے وضاحت چاہوں گا کہ قائداعظم سولر پراجیکٹ ایک سو میگاواٹ بجلی دے رہا ہے اور اس پر 13.6-ارب روپے خرچ آیا ہے اور چھوٹے چار پن بجلی گھر 19.88 میگاواٹ 10.8-ارب روپے میں دے رہے ہیں۔ ان میں 3-ارب روپے کا فرق ہے اور میگاواٹ میں بہت بڑا فرق ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سردار صاحب!انہوں نے تو بڑا وضاحت سے بتا دیا ہے۔ وہ بتا رہے ہیں کہ ایک ملین ڈالر سے ایک میگاواٹ بجلی بنتی ہے۔

سردار وقاص حسن مؤکل: جناب سپیکر!یہاں جو لکھا ہوا ہے میں وہ بتا رہا ہوں۔ آپ پڑھ لیں کہ 13-ارب روپے میں ایک سو میگاواٹ لینا بہتر ہے یا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ بتا رہے ہیں کہ Hydro power دوسرے ذرائع سے زیادہ مہنگی ہوتی ہے۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! پھر اس کو لگانے کی ضرورت کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: منسٹر صاحب! آپ clear کریں۔

وزیر کانکنی و معدنیات / انرجی (جناب شیر علی خان): جناب سپیکر! یہ کہا گیا ہے کہ کیوں Hydro power projects بنائے جا رہے ہیں؟ تو دنیا کے اندر fuel mix ہے، somehow پاکستان کے اندر ہم نے international fuel mix کو follow نہیں کیا جس وجہ سے ہمارے planners went wrong somewhere اس کی وجہ یہ ہے کہ at one time ہم totally Hydro power projects پر dependent تھے پھر ایک وقت آیا کہ جب ہم فرنس آئل پر totally dependent ہو گئے۔ اب اس گورنمنٹ نے جب سے اقتدار سنبھالا ہے تب سے ہم نے اس energy crisis کو دور کرنے کے لئے تمام جتنے بھی available fuels ہیں چاہے وہ wind ہے یا solar ہے اس پر کام کیا ہے۔ اس سے پہلے پاکستان میں کوئی سولر پارک نہیں لگا تھا۔ پہلا سولر پارک الحمدللہ پنجاب نے لگایا اور ایک سو میگاواٹ ہم نے produce کرنا شروع کیا ہے۔ اسی طرح راجن پور کے علاقہ میں ہم نے wind corridor discover کیا ہے۔ اس کے اوپر ہم پلانٹ لگانے جا رہے ہیں۔ دنیا کہتی ہے کہ renewable energy کا component بھی آپ کی پوری energy mix کے اندر ہونا چاہئے۔ ہم نے LNG کے اوپر گیس فائر پاور پراجیکٹس لگانے شروع کئے ہیں انشاءاللہ یہ تمام پراجیکٹس مکمل ہوں گے۔

جناب سپیکر! انہوں نے جو cost کی بات کی ہے کہ difference کیوں ہے تو میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ Hydro power projects are always expensive but اس کے اندر فائدہ یہ ہے کہ اس کی fuel cost نہیں ہے۔ Ultimately جو باقی fossil fuel چاہے وہ کوئلے سے چلنے والا پراجیکٹ ہو، چاہے LNG سے چلنے والا ہو، چاہے فرنس آئل سے چلنے والا ہو یا کسی اور fossil fuel سے چلنے والا پراجیکٹ ہو اس کی شاید initial cost کم ہو گی لیکن اس کی fuel price زیادہ ہوتی ہے کیونکہ یہ international fuel prices پر depend کرتی ہیں۔ اب جو پراجیکٹ ہیں جیسے سولر پراجیکٹ ہے اس کی fuel cost نہیں ہے، اسی طرح Hydro power projects کی بھی fuel cost نہیں ہے اور wind projects کی بھی fuel cost نہیں ہے۔ So these initially might be expensive projects but ultimately ان کا fuel cost نہیں

ہے اس لئے The nation would benefit out of these projects also اور ہمارا جس طرح کا shortfall ہے اس کو ختم کرنے کے لئے ہمیں تمام fuels کے اوپر depend کرنا چاہئے نہ کہ ایک fuel کے اوپر جو شاید آج سستا نظر آتا ہو اور اسی پر dependent ہو کر ہم اپنا energy crisis آج ختم کر لیں گے، اگر ہم energy mix صحیح نہ کر سکے تو آنے والی نسلیں شاید ہمیں اس پر معاف نہیں کریں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! وزیر موصوف بیان فرمائیں گے کہ Hydro Power Project کا ایک منصوبہ جو خانپور نہر شیخوپورہ پر 2011 میں شروع ہوا تھا۔ پچھلے دنوں پہلے ہی بہاؤ میں وہ سارا بجلی گھر نہر بُرد ہو گیا اور وہ پُل بھی نیچے گر گیا جو تقریباً 225۔ارب روپے کی لاگت سے تعمیر ہوا تھا۔ کیا حکومت اس بارے میں کوئی انوسٹی گیشن کر رہی ہے کہ اصل وجہ کیا رہی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! یہ سوال سے relate تو نہیں کرتا۔ منسٹر صاحب! ویسے انہیں بتا دیں۔

وزیر کانکنی و معدنیات/انرجی (جناب شیر علی خان): جناب سپیکر! میں گزارش کر دیتا ہوں۔ قائد حزب اختلاف نے اس کی نشاندہی کی ہے تو ایسا کوئی مٹی کا بند نہیں بنایا گیا جو پہلے ہی بہاؤ میں بہہ گیا ہو۔ یہ misconception ہے اور misreport ہوا ہے۔ ایسا کوئی پراجیکٹ گورنمنٹ آف پنجاب کا نہیں ہے۔ یہ چار پراجیکٹ گورنمنٹ آف پنجاب ایشین ڈویلپمنٹ بنک کے تعاون سے بنا رہی ہے۔ ان پراجیکٹس کا جو بھی کنٹریکٹر ہوتا ہے وہ پورا responsible ہوتا ہے جب وہ پراجیکٹ آپ کو handover کرے گا تو اس وقت اس کے پورے testing and trial کئے جاتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا خانپور ڈیم پنجاب گورنمنٹ نہیں بنا رہی جس کا یہ ذکر کر رہے ہیں؟

وزیر کانکنی و معدنیات/انرجی (جناب شیر علی خان): جناب سپیکر! شیخوپورہ میں پاور پراجیکٹ بن رہا ہے لیکن یہ جو report کیا گیا ہے کہ وہ بہہ گیا ہے تو ایسا نہیں ہوا۔ ہمیں جب یہ handover ہو گا اور اس کے اندر کوئی technical flaw ہو گا تو اس کو دور کرایا جائے گا۔ EPC contractor اسی لئے آپ hire کرتے ہیں کہ Engineering procurement and construction وہی کرے گا۔ اگر اس میں کوئی design flaw یا کوئی بھی کمی کوتاہی ہو گی تو EPC Contractor ذمہ دار ہوتا

ہے۔ گورنمنٹ یا کوئی بھی contract دینے والی agency کو اس کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ یہ جو کہا جا رہا ہے کہ وہ پہلے ہی بہاؤ میں بہہ گیا ہے تو اس طرح نہیں ہے جس طرح report کیا گیا ہے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ صورتحال بڑی افسوسناک ہے کہ یہ پنجاب انرجی ڈیپارٹمنٹ کا پراجیکٹ ہے۔ وزیر موصوف کہتے ہیں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ میں چند ایم پی ایز کے ساتھ وہاں موقع پر جا کر visit کر کے آیا ہوں۔ ہمارے موبائل میں اب بھی تصاویر موجود ہیں۔ اگر حکومت کے وزراء کی معلومات کا یہ عالم ہے کہ جو معاملہ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں report ہوا کہ وہ 225۔ارب روپے کی لاگت سے منصوبہ بنا جو پہلے ہی بہاؤ میں بہہ گیا۔ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آئے ہیں میڈیا میں اس کی تصاویر چھپی ہیں الیکٹرانک میڈیا نے وہ تصاویر جاری کی ہیں۔ وہاں چائنیز کمپنی پچھلے آٹھ سال سے وہ بنا رہی تھی اور جب پانی نہر میں چھوڑا گیا تو پہلے ہی دن وہ زمین بوس ہو گیا۔ وزیر موصوف اپنی تصحیح فرمالیں اور بجائے اس کے کہ اب تک اس کی انویسٹی گیشن مکمل کی ہوتی کہ اگر وہاں پر substandard material لگا ہے تو پنجاب کے عوام کے خون پسینے کی کمائی 225۔ارب روپیہ ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ چلیں اور ہم جا کر موقع دیکھ لیتے ہیں۔ وہاں پتا چل جائے گا۔ یہ ایوان کے اندر اس طرح کی بات نہیں کرنی چاہئے کہ وہاں پر ایسی کوئی بات ہی نہیں ہے۔ It's too much

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے ان کی بات صحیح طرح سے نہیں سنی۔ آپ دوبارہ بتا دیں۔

وزیر کانکنی و معدنیات/ انرجی (جناب شیر علی خان): جناب سپیکر! مجھے انتہائی افسوس ہے کہ لیڈر آف دی اپوزیشن سے اس طرح کی گفتگو میں expect نہیں کر رہا تھا۔ یہ کہتے ہیں کہ وزیر کو پتا نہیں ہے۔ میں بڑے دعوے سے یہ بات کرتا ہوں کہ I know my subject and I know what I am talking about یہ بات جو کہہ رہے ہیں تو میں نے گزارش یہ کی ہے کہ کوئی بھی پراجیکٹ جو EPC mode میں دیا جاتا ہے اس کا contractor ہی engineering, procurement and construction کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ جب وہ پورا پراجیکٹ handover کرے گا اور اس کے testing and trial کے بعد ہی اس کو payment کی جائے گی۔ یہ جس پراجیکٹ کا کہہ رہے ہیں تو میں نے اس کے متعلق کہا ہے کہ اس کے اندر misreport ہوا ہے۔ اس طرح نہیں ہے کہ پورا پراجیکٹ بہہ گیا ہے۔ اس کا ایک spillway partially damage ہوا ہے،

power house بالکل intact ہے اس کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ وہ spillway کو اپنے خرچ پر دوبارہ construct کر کے گورنمنٹ کو دے گا۔ Government Exchequer کو اس کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ I think I am very clear کہ عوام کے خون پسینے کا پیسا جس کا ذکر قائد حزب اختلاف نے کیا ہے جس کا درد ان کے دل میں بہت ہے تو وہ intact ہے ہم اس کو ضائع نہیں ہونے دیں گے کیونکہ ہم اس کے custodian ہیں and we take full responsibility کہ جب تک contractor اس پراجیکٹ کو صحیح کر کے ہمارے حوالے نہیں کرے گا تب تک گورنمنٹ آف پنجاب اس کو takeover نہیں کرے گی۔ اگر ٹیسٹنگ کے دوران کوئی spillway کو نقصان پہنچا ہے تو وہ اس spillway کو دوبارہ اس standard کے مطابق تعمیر کر کے جو standard ان کو کنٹریکٹ میں دیا گیا ہے اس کے مطابق کر کے دے گا تب ہی ہم ان سے یہ پراجیکٹ handover کریں گے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! وزیر موصوف بالکل غیر تسلی بخش بات کر رہے ہیں۔ یہ میرے پاس اس کی تصاویر ہیں۔ میں آپ سے عرض کروں گا کہ کیا یہ حکومت کی ذمہ داری نہیں ہے کہ اس کمپنی نے جو سات سال ضائع کئے ہیں اب اگر 4.06 میگاواٹ بجلی کی پیداوار کے لئے وہ مزید دو سال لگا دے گی تو انرجی ڈیپارٹمنٹ کس مرض کی دوا ہے، آپ وہاں پر کیا کر رہے ہیں؟ یعنی چائنیز آئیں وہ ہی کام کریں اگر وہ پراجیکٹ بہہ جائے یا کچھ ہو جائے تو وہ ہی ہمیں سب کچھ مکمل کر کے دیں گے تو یہ کوئی اس چیز کا جواب نہیں ہے۔

You are responsible, Government is responsible and Energy Department is responsible.

جناب سپیکر! آپ اس کی supervision نہیں کر رہے تھے اور وہاں پر آپ کا NESPAK کا consultant کون تھا، یہ ڈیپارٹمنٹ کیا کر رہا ہے؟ آپ صرف یہ کہہ دیں کہ سارا نقصان کمپنی پورا کر کے دے گی تو جو ہمارے کئی سال ضائع ہوں گے اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟

جناب سپیکر! میں آپ سے عرض کروں گا کہ اس معاملے کو سٹینڈنگ کمیٹی کے سپرد کریں۔ میں وزیر موصوف کے ساتھ خود جا کر وزٹ کرواتا ہوں پھر پتا چلے گا کہ وہاں پر کیا ہوا کیا نہیں ہوا؟ یہ کہہ رہے ہیں کہ spillway ہے اور وہاں پر بجلی گھر کو کچھ نہیں ہوا تو وہ پورا ز مین بھوس ہو گیا ہے۔ میں نے جیسے پہلے بھی کہا ہے کہ وہاں موقع کی درجن بھر تصاویر ہیں۔ یہ چوتھی مرتبہ محکمے نے وہاں بوٹی بھیج

دی ہے لیکن اس کے باوجود منسٹر صاحب کو سمجھ نہیں آرہی کہ اس کا exact answer میں نے کیا دینا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! وہ صحیح جواب دے رہے ہیں آپ مہربانی کرکے ان کی بات سنیں۔

وزیر کانکنی و معدنیات /انرجی (جناب شیر علی خان): جناب سپیکر! Sir I take strong exception to what this leader of the opposition is saying یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ بوٹی آرہی ہے اور منسٹر کو کچھ پتا نہیں ہے۔ میں ایک ذمہ دار آدمی ہوں اور میں ذمہ واری سے بات کررہا ہوں۔ میں نے گزارش کی ہے۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے وہ ہر کسی کو to address the Chair and any person اس طرح سے address کرلیں گے. this is not on.

جناب سپیکر! میں گزارش یہ کررہا ہوں یہ کہتے ہیں کہ وہ سارا بہہ گیا ہے۔ یہ مجھے صرف یہ بتادیں کہ power house کدھر ہوتا ہے اور spillway کدھر ہوتا ہے تو میں اس بات کا ان کو تدارک کروادیتا ہوں۔ میں نے گزارش یہ کی ہے کہ power house is intact اس کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ Spillway کو نقصان ہوا ہے اور اس کو وہ دوبارہ تعمیر کرکے دیں گے۔ انہوں نے delays کی بات کی ہے تو میں یہ گزارش کردوں کہ یہ کنٹریکٹ میں چیز شامل ہوتی ہے اور یہ ہر کنٹریکٹ کا حصہ ہوتا ہے۔ انہوں نے شاید public procurements rule نہیں پڑھا، اس میں its a part of the contract کہ جو delays ہوں گی تو وہ تمام responsibility contractor کی ہوگی، اس کی penalties بھی ہوگی اور کوئی بھی کنٹریکٹ without penalties نہیں ہوتا تو پھر یہ کیسے بات کرتے ہیں کہ اس کی penalty کون دے گا اور اس کا نقصان کون پورا کرے گا تو اس کا نقصان contractor ہی پورا کرے گا؟ اگر وہاں پر کوئی نقصان ہوا ہوگا تو وہ نقصان ہم اس contractor سے پورا کریں گے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ اگر کوئی project according to the specifications نہ بنے اور اس کے کنٹریکٹ میں یہ چیز موجود نہ ہو کہ اس کی penalty کون دے گا؟ اس لئے براہ مہربانی یہ بات and I take very strong exception to this on a personal explanation کہ being a member of the House میں وزیر ہونے کی حیثیت سے یہ بات نہیں کررہا بلکہ میں member of Punjab Assembly ہونے کی حیثیت سے یہ بات کررہا ہوں کہ کسی بھی ممبر سے ان کو اس طرح سے مخاطب نہیں ہونا چاہئے۔

I will be very grateful to the Chair, if you take notice of this.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بالکل ٹھیک ہے۔ اگلا سوال محترمہ حنا پرویز بٹ کا ہے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں نے ان کی شان میں کیا گستاخی کر دی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! جو منسٹر صاحب اتنے گرم ہو رہے ہیں؟ We are custodian of the public. انہوں نے صحیح جواب نہیں دیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! وہ صحیح جواب دے رہے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! ہم احتجاج کرتے ہیں ہم نے ان کی شان میں کیا گستاخی کر دی ہے جو وہ بار بار کہہ رہے ہیں؟ میں تو آپ سے مخاطب ہوں اور آپ سے بات کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! میں نے آپ کی عزت رکھنے کے لئے ان سے جواب لیا ہے ورنہ یہ سوال کا part ہی نہیں ہے۔ آپ نے اُٹھ کر اس پر بات کرنا شروع کر دی ہے اور آپ اس پر تحریک التوائے کار دیں تب اس پر بات ہو گی۔ No یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! آپ نے کون سا احسان کیا ہے تو آپ یہ احسان نہ کیا کریں؟ ہم کو یہ بات قابل قبول نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: عباسی صاحب! میں نے آج آپ پر احسان کیا ہے۔

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! ہم یہاں پر عوام کے حقوق کی بات کرنے آتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: عباسی صاحب! ٹھیک ہے کہ آئندہ سے میں اس طرح نہیں کروں گا۔ آپ یہ سوال پڑھ لیں اس میں کہیں بھی خان پور ڈیم کا ذکر نہیں ہے۔ میں نے لیڈر آف دی اپوزیشن کی عزت رکھنے کے لئے ان سے جواب لیا ہے لہٰذا یہ کوئی طریق کار نہیں ہے۔ عباسی صاحب! آپ مہربانی کریں اور اس طرح کا رویہ نہ رکھا کریں۔ اگلا سوال نمبر 7941 محترمہ حنا پرویز بٹ کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہٰذا اس سوال کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال میاں طارق محمود کا ہے، سوال نمبر بولیں۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! سوال نمبر 8403 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

گوجرانوالہ: محکمہ سپیشل ایجوکیشن کے اداروں سے متعلقہ تفصیلات

*8403: میاں طارق محمود: کیا وزیر سپیشل ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) گوجرانوالہ ڈویژن میں سپیشل ایجوکیشن کے کتنے ادارے ہیں ان کے نام اور جگہ مع داخل طالب علموں کی تعداد بتائیں؟

(ب) ان اداروں کے لئے سال 17-2016 میں کتنا بجٹ مختص کیا گیا ہے؟

(ج) ان اداروں کے لئے کتنی بسیں / ویگنیں کس کس ادارے کے پاس ہیں کس کے پاس ٹرانسپورٹ کی سہولت نہ ہے؟

(د) کس کس ادارے کی بسیں / ویگنیں کب سے خراب ہے اور اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(ہ) ان بسوں / ویگنوں کو چلانے کے لئے کتنے ڈرائیور / ہیلپر بھرتی ہیں ان کے نام عہدہ اور گریڈ بتائیں نیز مزید کتنے ڈرائیور / helper بھرتی کرنے کی ضرورت ہے؟

وزیر سپیشل ایجوکیشن (چودھری محمد شفیق):

(الف) گوجرانوالہ ڈویژن میں سپیشل ایجوکیشن کے زیرِ انتظام کل 34 ادارے کام کر رہے ہیں، ان اداروں میں زیرِ تعلیم خصوصی طلباء وطالبات کی کل تعداد 4279 ہے۔ ان اداروں کے نام، پتے اور داخل خصوصی طلباء وطالبات کی تفصیل ادارہ وار (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) گوجرانوالہ ڈویژن میں قائم سپیشل ایجوکیشن کے اداروں کے لئے مالی سال برائے 17-2016 میں کل -/34,59,39,840 روپے کا بجٹ مختص کیا گیا ہے۔ مختص شدہ بجٹ کی ادارہ وار تفصیل (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) گوجرانوالہ ڈویژن میں قائم سپیشل ایجوکیشن کے 34 میں سے 33 اداروں کے پاس بچوں کے لئے پک اینڈ ڈراپ کی سہولت موجود ہے۔ صرف ایک ادارے "گورنمنٹ سپیشل ایجوکیشن انسٹیٹیوٹ فار دی بلائینڈ پیپلز کالونی گوجرانوالہ" کے پاس صرف ایک ہی بس تھی جو کہ اب نا

قابلِ مرمت ہے اور نابینا بچوں کے استعمال کے لئے موزوں نہ ہے۔ بسوں/ویگنوں کی تفصیل ادارہ وار (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) ان اداروں میں کل 77 بسیں/ویگنیں موجود ہیں جن میں سے 23 بسیں/ویگنیں آف روڈ ہیں جس پر محکمہ نے پہلے ہی متعلقہ احکام کو ہدایات جاری کر رکھی ہیں کہ وہ جلد از جلد ان ٹرانسپورٹ کو مرمت کروا کر آن روڈ کریں۔ البتہ پانچ گاڑیاں بیکار ہو چکی ہیں جن کا مرمت ہونا ممکن نہ ہے۔ جس جس ادارے کی بسیں/ویگنیں جب سے خراب ہیں اس کی وجوہات کی تفصیل (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) ان بسوں/ویگنوں کو چلانے کے لئے کل 62 ڈرائیورز اور 62 ہیلپرز بھرتی ہیں، جن کے نام عہدہ اور گریڈ کی تفصیل ادارہ وار (د) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ مزید برآں ضلع گوجرانوالہ میں ڈرائیورز/ہیلپرز کی سات خالی اسامیاں موجود ہیں جن پر بھرتی کا عمل جاری ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! میرے سوال کے جز (ج) میں جواب دیا گیا ہے کہ گوجرانوالہ ڈویژن میں قائم سپیشل ایجوکیشن کے 34 میں سے 33 اداروں کے پاس بچوں کے لئے پک اینڈ ڈراپ کی سہولت موجود ہے۔ صرف ایک ادارے "گورنمنٹ سپیشل ایجوکیشن انسٹیٹیوٹ فار دی بلائنڈ پیپلز کالونی گوجرانوالہ" کے پاس صرف ایک ہی بس تھی جو کہ اب ناقابلِ مرمت ہے اور نابینا بچوں کے استعمال کے لئے موزوں نہ ہے۔ بسوں/ویگنوں کی تفصیل ادارہ وار (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ 77 بسوں میں سے 23 بسیں اور ویگنیں off road ہیں تو یہ بسیں کب سے خراب اور بچوں کے استعمال میں نہیں آ رہی ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر سپیشل ایجوکیشن (چودھری محمد شفیق): جناب سپیکر! شکریہ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری 23 بسیں خراب ہیں اور جن میں سے پانچ بالکل ناکارہ ہو چکی ہیں۔ 05-2004 میں یہ بسیں خریدی گئی تھیں تو جس کمپنی سے یہ بسیں خریدی گئی تھیں پاکستان میں ان کے پاس ان کے سپیئر پارٹس ہی available نہ تھے لیکن باقی جو ہمارے تمام گوجرانوالہ کے ادارے ہیں ان میں ہماری بسیں چل رہی ہیں۔ جو بسیں چل رہی ہیں اور جو off road ہیں ان کی تعداد بھی موجود ہے۔ ہر ادارے کی علیحدہ علیحدہ

بسیں sanctioned ہیں اور جس ادارے کی یہ بات کر رہے ہیں کہ وہاں پر کوئی بس نہیں ہے تو میں اپنے دوست کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کا جب یہ سوال آیا اور میں نے جب اس کی تمام رپورٹ لی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہاں پر کوئی بس نہیں تھی۔ وہ ایک بلائینڈ ادارہ ہے لیکن یہ ادارے وہ ہیں جہاں پر ہاسٹل موجود ہیں۔ یہاں پر بچے ہاسٹل میں رہتے ہیں جس کی وجہ سے وہاں پر بس کی اتنی زیادہ ضرورت نہیں ہے لیکن اس کے باوجود میں نے بس کا انتظام کر دیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ کل اس ادارے میں وہ بس پہنچ جائے گی۔ باقی جو یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے ادارے کی بسیں خراب ہیں تو اس سلسلے میں جب میں نے منسٹری سنبھالی اس کے بعد پوری رپورٹ لی ہے تو میں نے فوراً وزیراعلیٰ اور فنانس ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ کیا اور میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ 158 ملین کی رقم میں نے ان بسوں کے لئے منظور ہی نہیں کروائی بلکہ وہ رقم release بھی کروالی ہے تو ہم نے انشاء اللہ تعالیٰ تقریباً 24 نئی بسوں کی purchase کے لئے فنڈ لے لئے ہیں اور ان کی purchase کا process شروع کر دیا ہے اور انشاء اللہ وہ بھی field میں آجائیں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میاں صاحب!

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! کب تک process مکمل ہو کر ان disable بچوں کو ٹرانسپورٹ مہیا کی جائے گی؟

وزیر سپیشل ایجوکیشن (چودھری محمد شفیق): جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ PPRA رولز کے مطابق پورے process کو adopt کرنا ہے۔ اس کو advertise کیا جائے گا پھر tendering ہوگی اور اس کے بعد کام ہوگا لہٰذا جس ٹائم کی ہمیں legally ضرورت ہوگی اُس کو ہم استعمال کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! ان کی دی گئی تفصیل کے مطابق ضلع گجرات میں سیریل نمبر 17 پر یہ ادارہ سروس سنٹر فلیٹ نمبر 3 فسٹ فلور لکھا ہوا ہے۔ اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ خالد الرحمٰن ڈپٹی ڈائریکٹر ہے لیکن اس کے آگے male and female کی enrollment ٹوٹل nil ہے اور اس کا بجٹ بھی nil ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انہوں نے وہاں پر جو ڈپٹی ڈائریکٹر رکھا ہوا ہے یہ salary کہاں سے لے رہا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کون سے جز کی بات کر رہے ہیں؟

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! جز (الف) کے سیریل نمبر 17 پر گجرات کے حوالے سے انسٹیٹیوٹ کی تفصیل دی ہوئی ہے جس میں V.R and E of disable person name of Head خالد الرحمٰن ڈپٹی ڈائریکٹر لکھا ہوا ہے جس کے آگے nil لکھا ہوا ہے کہ کوئی student نہیں ہے۔ دوسری طرف انہوں نے بجٹ والا خانہ دیا ہوا ہے اس میں بھی nil ہے تو پھر یہ آدمی salary کہاں سے لے رہا ہے؟

وزیر سپیشل ایجوکیشن (چودھری محمد شفیق): جناب سپیکر! ہمارا یہ ادارہ سروس سنٹر ہے جس میں ہمارے انسٹرکٹر اور ڈپٹی ڈائریکٹر موجود ہیں لیکن اس کو ایک این جی او چلا رہی ہے جبکہ یہ expenditure ڈپٹی ڈائریکٹر اور انسٹرکٹر کی تنخواہوں وغیرہ کے ہیں جو ان کو supervise کرتے ہیں اور instructions دیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: منسٹر صاحب! ڈپٹی ڈائریکٹر خالد الرحمٰن کو آپ ہی salary دے رہے ہیں یا NGO دے رہی ہے؟

وزیر سپیشل ایجوکیشن (چودھری محمد شفیق): جناب سپیکر! ہمارے ادارے کے گورنمنٹ کے جو ملازمین ہیں اُن کو salary دے رہے ہیں باقی اس کی supervision اور دیگر expenditure وہ این جی او کر رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! اب آپ آخری ضمنی سوال کریں۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! کیا ڈپٹی ڈائریکٹر گورنمنٹ ملازم نہیں ہے، اگر گورنمنٹ ملازم ہے تو اس ادارے کے آگے بجٹ والے خانے میں nil لکھا ہوا ہے لہٰذا میرا سوال یہ ہے کہ وہ salary کہاں سے لے رہا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: انہوں نے بتا تو دیا ہے کہ گورنمنٹ ملازم ہیں اور ہم ہی انہیں تنخواہیں دے رہے ہیں۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! انہوں نے یہاں پر غلط کیوں لکھا ہے؟ ان کو یہ لکھنا چاہئے تھا کہ اس ادارے کو اس مد میں ہم اتنی salary دے رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ بتا رہے ہیں کہ اس کو این جی او چلا رہی ہے۔

وزیر سپیشل ایجوکیشن (چودھری محمد شفیق): جناب سپیکر! ہمارے جو سرکاری ملازمین ہیں۔۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! آپ خود دیکھیں کہ انہوں نے یہاں پر nil لکھا ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: انہوں نے بتایا تو ہے کہ این جی او چلا رہی ہے۔

وزیر سپیشل ایجوکیشن (چودھری محمد شفیق): جناب سپیکر! وہاں ڈپٹی ڈائریکٹر ہے، انسٹرکٹر ہے چاہے کوئی بھی ہے اُن کو تنخواہ حکومتِ پنجاب نے pay کرنی ہے لہٰذا اس میں کون سا ایسا مسئلہ ہے؟ وہاں پر اس ادارے کو چلانے اور supervise کرنے کے لئے جو بھی expenditure آتے ہیں مثلاً ان کو تربیت دیتے ہیں یا ٹریننگ دیتے ہیں تو وہ گورنمنٹ نے ہی pay کرنے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: منسٹر صاحب! اگر سارے expenditure دے رہے ہیں تو آپ کو یہاں پر لکھنا چاہئے تھا لیکن یہاں پر nil کیوں لکھا ہوا ہے؟

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! یہ ادارہ کب سے بند ہو چکا ہے یعنی یہ کب سے nil ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ ایک منٹ تشریف رکھیں۔

وزیر سپیشل ایجوکیشن (چودھری محمد شفیق): جناب سپیکر! یہ سروس سنٹر بند نہیں ہوتے۔ جیسے میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ سروسز سنٹر چل رہے ہوتے ہیں لیکن بہت ساری این جی اوز چلا رہی ہوتی ہیں۔ ہم نے این جی اوز کو ہسپتال دیئے ہیں مثال کے طور پر بیدیاں روڈ پر ہسپتال دیا ہے جس کو ایک امن نامی این جی او چلا رہی ہے جبکہ اس کے expenditure اور ڈاکٹر صاحبان کی تنخواہ ہم دے رہے ہیں۔ اسی طریقے سے یہ ادارہ این جی او نے adopt کیا ہے لیکن ہمارے ملازمین جو اس کو supervise کرتے ہوں گے اُن کو ہم نے ہی pay کرنا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگلا سوال محترمہ فائزہ احمد ملک کا ہے۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! میری گزارش سن لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! بہت سوال ہو گئے ہیں۔ اب آپ تشریف رکھیں۔ جی، محترمہ فائزہ احمد ملک! اپنا سوال نمبر بولیں۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! اس کا جواب مجھے بالکل نہیں ملا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، انہوں نے آپ کو بتا دیا ہے۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! ان کے بتانے میں بہت فرق ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! آپ نے اس میں salary کا نہیں پوچھا۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! یہ جواب ٹھیک نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے جو تفصیل مانگی ہے وہ انہوں نے بتا دی ہے۔ اب آپ تشریف رکھیں۔

وزیر سپیشل ایجوکیشن (چودھری محمد شفیق): جناب سپیکر! میں اپنے دوست سے مل لوں گا۔ اگر ان کو مزید تفصیلات درکار ہیں تو وہ ساری ان کو مہیا کر دی جائیں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ جی، محترمہ فائزہ احمد ملک!

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! سوال نمبر 8408 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور: سپیشل ایجوکیشن کے ادارے ودیگر تفصیلات

*8408: محترمہ فائزہ احمد ملک: کیا وزیر سپیشل ایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع لاہور میں سپیشل ایجوکیشن کے کتنے ادارے کہاں کہاں چل رہے ہیں؟

(ب) ان اداروں میں کتنے بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں؟

(ج) ان اداروں میں ٹیچرز اور نان ٹیچنگ کیڈر کی کتنی اسامیاں خالی ہیں؟

(د) ان اداروں میں کون کون سی سہولیات کی ضرورت ہے اور حکومت یہ سہولیات کب تک فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

(ہ) ان اداروں کے ٹرانسپورٹ کے سال 15-2014 اور 2016 کے اخراجات کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(و) ان اداروں میں زیر تعلیم بچوں کو حکومت کی طرف سے کیا کیا سہولیات فراہم کی جاتی ہیں؟

وزیر سپیشل ایجوکیشن (چودھری محمد شفیق):

(الف) ضلع لاہور میں خصوصی تعلیم کے کل 20 ادارے کام کر رہے ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

1. گورنمنٹ ڈگری کالج آف سپیشل ایجوکیشن II-B-45 جوہر ٹاؤن، لاہور۔
2. گورنمنٹ ڈیف اینڈ ڈیفکٹیو ہیرنگ ہائی سکول فار بوائز گلبرگ لاہور۔
3. گورنمنٹ سنٹرل ہائی سکول فار ڈیف T-40 گلبرگ-II، لاہور۔
4. گورنمنٹ ڈیف اینڈ ڈیفکٹیو ہیرنگ ہائی سکول فار گرلز چوبرجی راج گڑھ، لاہور۔
5. گورنمنٹ شاداب ٹریننگ انسٹیٹیوٹ آف سپیشل ایجوکیشن A-128 خیبر بلاک علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور۔
6. گورنمنٹ سکول فار فزیکل Disabled چلڈرن پونچھ ہاؤس چوبرجی، لاہور۔
7. گورنمنٹ سن رائز انسٹیٹیوٹ فار دی بلائینڈ راوی روڈ، لاہور۔
8. گورنمنٹ سکینڈری انسٹیٹیوٹ فار دی بلائینڈ شیرانوالہ گیٹ، لاہور۔
9. گورنمنٹ سپیشل ایجوکیشن سنٹر راوی ٹاؤن، لاہور۔
10. گورنمنٹ سپیشل ایجوکیشن سنٹر، عزیز بھٹی ٹاؤن، لاہور۔
11. گورنمنٹ سپیشل ایجوکیشن سنٹر، واہگہ ٹاؤن، لاہور۔
12. گورنمنٹ سپیشل ایجوکیشن سنٹر، نشتر ٹاؤن، لاہور۔
13. گورنمنٹ سپیشل ایجوکیشن سنٹر شالامار ٹاؤن، لاہور۔
14. گورنمنٹ سپیشل ایجوکیشن سنٹر، رائیونڈ، لاہور۔
15. گورنمنٹ سپیشل ایجوکیشن سنٹر، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور۔
16. گورنمنٹ نیشنل سپیشل ایجوکیشن سنٹر B-45، جوہر ٹاؤن، لاہور۔
17. گورنمنٹ ووکیشنل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ سنٹر فار Disabled پرسنز B-45 جوہر ٹاؤن، لاہور۔
18. گورنمنٹ انسٹیٹیوٹ فار دی سلولر نرز، سمن آباد، لاہور۔
19. گورنمنٹ ورکشاپ، سن رائز انسٹیٹیوٹ فار دی بلائینڈ، راوی روڈ، لاہور۔
20. گورنمنٹ ریڈی میڈ گارمنٹس سنٹر فار Disabled Persons، راج گڑھ، لاہور۔

(ب) ضلع لاہور میں محکمہ سپیشل ایجوکیشن کے ان اداروں میں کل 3115 خصوصی طلباء وطالبات زیرِ تعلیم ہیں۔

(ج) ان اداروں میں ٹیچنگ کیڈر کی کل منظور شدہ اسامیوں کی تعداد 484 ہے جس میں سے 57 اسامیاں خالی ہیں اور نان ٹیچنگ کیڈر کی کل منظور شدہ اسامیوں کی تعداد 817 ہے جس میں سے 79 اسامیاں خالی ہیں۔

(د) ضلع لاہور میں سپیشل بچوں کے ان اداروں میں حکومت کی طرف سے مندرجہ ذیل سہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔

1. مفت تعلیمی سہولیات
2. مفت پک اینڈ ڈراپ
3. مفت یونیفارم (سال میں دو مرتبہ)
4. 800/- روپے ماہانہ وظیفہ۔
5. بریل بکس کی مفت فراہمی۔
6. خوراک کی مفت فراہمی۔(ہاسٹل میں رہائش پذیر متاثرہ سماعت و متاثرہ بصارت بچوں کے لئے)

ضلع لاہور میں سپیشل بچوں کے اداروں میں تمام سہولیات موجود ہیں تاہم کسی بھی سہولت کی کمی کی نشاندہی کی صورت میں محکمہ فوری طور پر انتظام کرے گا۔

(ہ) ان اداروں میں مالی سال برائے 15-2014 اور 16-2015 میں ہونے والے ٹرانسپورٹ کے اخراجات کی تفصیل (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(و) ان اداروں میں زیرِ تعلیم بچوں کو حکومتِ پنجاب کی طرف سے مندرجہ ذیل سہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔

1. پہلی جماعت سے بی اے تک مفت تعلیم
2. مفت پک اینڈ ڈراپ
3. مفت یونیفارم (سال میں دو مرتبہ)
4. 800/- روپے ماہانہ وظیفہ۔
5. بریل بکس کی مفت فراہمی۔
6. خوراک کی مفت فراہمی۔(ہاسٹل میں رہائش پذیر متاثرہ سماعت و متاثرہ بصارت بچوں کے لئے)
7. جسمانی معذور طلباء کو ویل چیئر کی مفت فراہمی
8. سماعت سے محروم بچوں کو آلہ سماعت کی مفت فراہمی
9. فری میڈیکل چیک اپ و سماعت جانچ کروانے کی سہولت
10. ذہنی معذور بچوں کے لئے فزیو تھراپی اور سپیچ تھراپی کی سہولت
11. ووکیشنل ٹریننگ نصابی سرگرمیاں اور کھیلوں کی سہولت

جناب ڈپٹی سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے جز(ج) پر ضمنی سوال کرنا چاہوں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! ٹیچنگ کیڈر کی کل منظور شدہ اسامیوں کی تعداد 484 ہے جن میں سے 57 اسامیاں خالی ہیں۔ میں منسٹر صاحب سے یہ جاننا چاہتی ہوں کہ 57 خالی اسامیوں کو پُر کرنے کے لئے کیا اقدامات کئے گئے ہیں؟ پہلے اقدامات بتادیں تو پھر میں اُس پر ضمنی سوال دوبارہ کروں گی۔

وزیر سپیشل ایجوکیشن (چودھری محمد شفیق): جناب سپیکر! اس میں کوئی شک نہیں کہ ٹیچنگ کیڈر کی تقریباً 57 کے قریب سیٹیں خالی ہیں اور نان ٹیچنگ کیڈر میں بھی 79 خالی ہیں۔ اس کے لئے ہم نے اشتہار دے دیا ہے، اس وقت process جاری ہے، کچھ اسامیوں پر ہم نے انٹرویو لینے شروع کر دیئے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ جہاں جہاں ضرورت ہے اس کو ٹیکنیکل طریقے سے PPRA رولز کے مطابق ہم fill کر رہے ہیں۔ اِس وقت ہمارے انٹرویو جاری ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ process کب تک complete ہو جائے گا، اس کا کوئی ٹائم فریم دے سکتے ہیں؟

وزیر سپیشل ایجوکیشن (چودھری محمد شفیق): جناب سپیکر! جس طریقے سے ہم نے ان کو dates دی ہیں اس کے تحت آرہے ہیں اور انشاء اللہ امید ہے کہ ایک دو ماہ کے اندر ہم complete کر لیں گے۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! میں یہ جاننا چاہوں گی کہ یہ اسامیاں کتنے سال سے خالی ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: منسٹر صاحب! آپ کے پاس اس کی کوئی detail ہے؟

وزیر سپیشل ایجوکیشن (چودھری محمد شفیق): جناب سپیکر! میرے پاس اس کی رپورٹ تو نہیں ہے کہ کتنے عرصے سے یہ اسامیاں خالی ہیں۔ یہ ایک سال میں خالی نہیں ہو جاتیں بلکہ اس میں ایسے ہوتا ہے کہ بہت سارے اساتذہ اپنی مدت ملازمت پوری کر کے ریٹائرڈ ہو رہے ہوتے ہیں اس لئے یہ سالہا سال سے چلتی رہتی ہیں اور جہاں جہاں کمی آتی ہے اُس کو fill کرنے کے لئے نئے اساتذہ بھرتی کرتے رہتے ہیں۔ اساتذہ بھرتی کرنے کا طریق کار یہ ہے کہ اس میں گریڈ 16 اور 17 کے جتنے بھی اساتذہ ہیں اُن کو پبلک سروس کمیشن کے ذریعے بھرتی کرتے ہیں اور پبلک سروس کمیشن اپنا process کرتا رہتا ہے۔ ہم اپنے اساتذہ میں کمی کے حوالے سے پبلک سروس کمیشن کو notice دیتے رہتے ہیں اور اس طریقے سے بھرتی جاری رہتی ہے لہٰذا یہ نہیں کہنا چاہئے کہ یہ سیٹیں کب سے خالی ہیں؟ 11-2010 اور 2012 بلکہ

مختلف عرصے سے سیٹیں خالی ہوتی رہتی ہیں لیکن ان کی جگہ پر fill بھی ہو رہی ہوتی ہیں اور لوگ ریٹائرڈ بھی ہو رہے ہوتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ!یہ آخری ضمنی سوال ہے۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر!سوال تو آگے ہیں نہیں تو last کا کیامطلب ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،آپ last سوال کر لیں۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر!یہ ٹوٹل سات سوال ہیں تو ضمنی سوال کیوں نہیں کرنا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ!آپ last ضمنی سوال کریں۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر!اس پر میرے مزید تین ضمنی سوال ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،یہ آپ کا تیسرا ضمنی سوال ہے لہٰذا آپ last کر لیں۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر!یہ تو پھر وہی بات ہوئی کہ اگر ہمیں جواب تسلی بخش نہیں مل رہا تو ہمیں آپ over rule کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ!آپ نے دو جواب مانگے ہیں اور دونوں پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر!وہ کہہ رہے ہیں کہ سالہا سال سے اسامیاں خالی ہیں جو کہ 57 اسامیاں ہیں، کوئی پانچ اسامیاں تو نہیں ہیں۔محکمے کو پتا ہوتا ہے کہ فلاں ٹیچر نے فلاں ٹائم پر ریٹائرڈ ہونا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے اس کی detail نہیں مانگی۔

وزیر سپیشل ایجوکیشن (چودھری محمد شفیق): جناب سپیکر!میں نے یہ بالکل نہیں کہا کہ پانچ سال سے اسامیاں خالی ہیں بلکہ یہ کہا ہے کہ یہ مسلسل خالی ہوتی رہتی ہیں کیونکہ جو ٹیچر ریٹائر ہوتے ہیں یا کسی کی death ہوتی ہے تب یہ سیٹیں خالی ہوتی ہیں۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ کب سے خالی ہیں اور نہ ہی میں نے آپ کو detail دی ہے بلکہ میں نے یہ کہا ہے کہ گریڈ16 اور17 کی سیٹیں پبلک سروس کمیشن کے ذریعے پُر کرتے ہیں اور باقی کے لئے حکومت نے ریکروٹمنٹ پالیسی بنائی ہوئی ہے جس میں اس سے نیچے کے، نان کیڈر کے یا دوسرے ہیں جن کو fill کرنے کے لئے میں نے کہا ہے کہ اشتہار ہی نہیں بلکہ اس وقت ان کے انٹرویوز جاری ہیں اور ہماری کمیٹی نان کیڈر کے انٹرویو لے رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! اس میں کیا غلط بات ہے؟

وزیر سپیشل ایجوکیشن (چودھری محمد شفیق): جناب سپیکر! جو پبلک سروس کمیشن کے ذریعے بھرتی ہونے ہیں وہ تو انہوں نے ہی کرنے ہیں۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال جز (د) سے متعلق ہے کہ سماعت سے محروم بچوں کے لئے جوہر ٹاؤن کے سکول میں جاری پراجیکٹ میں آپریشن کی سہولت کے متعلق جاننا چاہوں گی کہ وہ process چل رہا ہے، اس میں بچوں کو facilitate کر رہے ہیں اور آپریشن ہو رہے ہیں کیونکہ شاید وہ پراجیکٹ کسی غیر ملکی کمپنی کے ساتھ شروع کیا گیا تھا تو اس پراجیکٹ کی تفصیل کے متعلق ایوان میں بتایا جائے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! کس جز کی بات کر رہی ہیں؟

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! جز (د) میں تفصیل دی گئی ہے کہ سپیشل ایجوکیشن کے اداروں میں فلاں فلاں سہولیات فراہم کی گئی ہیں تو اس کے حوالے سے ضمنی سوال ہے کہ سماعت سے محروم بچوں کو آلہ سماعت کی مفت فراہمی کا بتایا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! تفصیل تو انہوں نے بتائی ہوئی ہے۔ جی، منسٹر صاحب! اس میں مزید elaborate کر دیں۔

وزیر سپیشل ایجوکیشن (چودھری محمد شفیق): جناب سپیکر! محترمہ جوہر ٹاؤن میں قائم جس ادارے کی بات کر رہی ہیں تو میرے علم میں نہیں ہے کہ ہم نے وہ ادارہ کسی این جی او کو دیا ہوا ہے۔ محترمہ کا سوال تھا کہ ان اداروں کو کون کون سی چیزیں facilitate کرتے ہیں، حکومت پنجاب اس سلسلے میں کیا کارروائی کرتی ہے؟ جس کا ہم نے جواب دے دیا ہے۔ اگر آپ نے مزید تفصیل پوچھنی ہے یا آپ کے notice میں ہے، اگرچہ ضمنی سوال نہیں بھی ہے لیکن اس کے باوجود میں آپ کو تمام تفصیل مہیا کر دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، آپ بتا دیں کہ وہاں پر بچوں کو کیسے facilitate کر رہے ہیں؟

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! میری اطلاع کے مطابق جوہر ٹاؤن میں قائم سماعت سے محروم سپیشل بچوں کے ادارے میں غیر ملکی امداد سے بچوں کو hearing aid لگانے کے ایک پراجیکٹ پر کام

ہو رہا ہے جس کو اپ گریڈ کر کے hearing aid لگائے جاتے ہیں۔ میں نے اس کے متعلق سوال پوچھا تھا کہ اس پراجیکٹ پر کتنا کام ہوا ہے یا ہو رہا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! اس حوالے سے fresh question دیں۔ اب آپ تشریف رکھیں۔ اگلا سوال ڈاکٹر صلاح الدین خان کا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! سوال نمبر 8450 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز ممبر نے ڈاکٹر صلاح الدین خان کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

فیصل آباد: محکمہ سپیشل ایجوکیشن کے ادارے و دیگر تفصیلات

*8450: ڈاکٹر صلاح الدین خان: کیا وزیر سپیشل ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) فیصل آباد میں سپیشل ایجوکیشن کے کتنے ادارے ہیں؟

(ب) محکمہ سپیشل ایجوکیشن کے کتنے ملازم ہیں؟

(ج) سپیشل ایجوکیشن کا سال 16-2015 اور 17-2016 کا بجٹ ضلع فیصل آباد کا کتنا ہے؟

(د) اس ضلع میں محکمہ مزید کتنے ادارے کہاں کہاں بنانے کا ارادہ رکھتا ہے؟

(ہ) یہ ادارے قائم کرنے کا محکمہ کا معیار کیا ہے؟

(و) کیا محکمہ 69 رب گھسیٹ پورہ میں سپیشل ایجوکیشن کا ادارہ قائم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر سپیشل ایجوکیشن (چودھری محمد شفیق):

(الف) ضلع فیصل آباد میں محکمہ خصوصی تعلیم کے کل اٹھارہ ادارے کام کر رہے ہیں جن کے نام و تفصیل (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ضلع فیصل آباد میں محکمہ خصوصی تعلیم کے مذکورہ اداروں میں ٹیچنگ سٹاف کے کل 185 ملازم ہیں اور نان ٹیچنگ سٹاف کے 213 ملازم ہیں۔

(ج) فیصل آباد میں قائم محکمہ سپیشل ایجوکیشن کے ان اداروں کے لئے مالی سال برائے 16-2015 اور 17-2016 میں جو بجٹ مختص کیا گیا اُس کی تفصیل ادارہ وار (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) حکومت پنجاب محکمہ سپیشل ایجوکیشن ضلع فیصل آباد میں مزید دو نئے ادارے بنانے کا ارادہ رکھتا ہے جن کے نام درج ذیل ہیں۔

1. گورنمنٹ سپیشل ایجوکیشن سنٹر، بچیانہ، تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد۔

2. گورنمنٹ ڈگری کالج فار سپیشل ایجوکیشن، فیصل آباد۔

(ہ) محکمہ خصوصی تعلیم پنجاب میں خصوصی بچوں کے لئے ایک پرائمری ادارہ قائم کرنے کے لئے کسی بھی ٹاؤن میں پچاس سکول جانے والے معذور بچوں کا ہونا ضروری ہے۔Norms کے نوٹیفکیشن کی کاپی(ب)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(و) محکمہ چک 69ر۔ب گھسیٹ پورہ میں فی الحال ادارہ بنانے کا ارادہ نہیں رکھتا کیونکہ ضلع فیصل آباد میں ادارے ضرورت کے مطابق موجود ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر!ڈاکٹر صاحب نے سوال کیا تھا کہ ایسے ادارے قائم کرنے کے لئے محکمہ کا کیا معیار ہے؟ محکمہ کی طرف سے آنے والے نوٹیفکیشن کی تفصیل کو دیکھا ہے جس کی میں تحسین کرتا ہوں کہ یہ اچھا قدم ہے جسے میں appreciate کرتا ہوں۔اس نوٹیفکیشن میں لکھا ہے کہ:

> The population of disabled children for one or all disabilities should not be less than fifty in the town/tehsil on the basis of a valid survey report

جناب سپیکر!میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ 30-دسمبر 2016 کو معیار دوبارہ جاری کیا ہے۔ویسے یہ 2-فروری 2016 کو سیکشن آفیسر نے نوٹیفکیشن جاری کیا ہے۔ظاہر ہے کہ اس کی approval ہوئی ہوگی اور اس پر process ہوا ہوگا تو یہ اچھا معیار ہے لیکن انہوں نے valid survey report میں لکھا ہے تو ایک سال گزر گیا ہے اور میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ district wise کوئی اس طرح کا سروے کروایا گیا ہے جس کی بنیاد پر اب یہ منصوبہ بندی ہوگی؟ اگر یہ سروے نہیں کروایا گیا تو میری تجویز ہے کہ اس وقت census شروع ہے---

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میرا خیال ہے کہ اس میں اس کا بھی ایک خانہ رکھا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر!اس کو چیک کر لیں کہ اگر اس میں disability کا خانہ ہے تو مفت میں ان کا کام ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بالکل ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! پہلے تو مجھے یہ جواب دیں کہ ایک سال گزر گیا کیا سب اضلاع یا کچھ اضلاع کا disability کے حوالے سے کوئی سروے کیا گیا ہے کہ کون سی disabilities ہیں اور کتنے لوگ اس سے متاثر ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر سپیشل ایجوکیشن (چودھری محمد شفیق): جناب سپیکر! جب بھی کوئی پروگرام شروع کیا جاتا ہے چاہے وہ ایجوکیشن کے سلسلے میں ہو یا صحت کے سلسلے میں تو اس کا ایک معیار بنایا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ وہاں کس تناسب سے کس کس چیز کی ضرورت ہے لیکن ہمارے سپیشل ایجوکیشن کے ادارے تمام تحصیل اور ضلع کی سطح کے علاوہ بعض بڑے قصبوں میں ہر جگہ پر موجود ہیں۔ چونکہ یہ سپیشل بچوں کا مسئلہ ہے جیسے ہم نے معیار میں کہا ہے کہ disable بچے جن میں نابینا بچے بھی ہیں، سماعت سے محروم بچے بھی ہیں اور دیگر بچے بھی ہیں تو اس سلسلے میں ہم نے اپنے ڈی ای او صاحبان سے رپورٹیں مانگی تھیں جو ہمارے پاس آنی شروع ہو گئی ہیں۔ ہماری 18-2017 کی اے ڈی پی سکیم آ رہی ہے تو ہم نے جو رپورٹیں مانگی تھیں یا ہمارے وہاں کے منتخب عوامی نمائندوں نے جو رپورٹیں بھیجی ہیں، ان کو ہم اکٹھا کر رہے ہیں اور اسی حساب سے انشاء اللہ آئندہ اے ڈی پی میں ایسے اداروں کا تعین کریں گے اور جہاں جہاں ضرورت ہو گی وہاں انشاء اللہ تعالیٰ ان اداروں کو establish کرنے کی کوشش کریں گے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں نے ضمنی سوال بہت ہی مختصر کیا ہے جس کے ذریعے سے انہیں متوجہ کیا ہے۔ جو رپورٹیں نیچے سے آئیں گی، ظاہر ہے کہ تحصیل یا ضلع کے اندر ان کے آفیسرز انچارج جن میں ای ڈی او یا ڈی ای او سپیشل ایجوکیشن کے پاس سروے کا کوئی میکنزم نہیں ہوتا بلکہ سروے ٹیکنیکل کام ہے جس طرح پورے ملک کے اندر اب census شروع ہے، پورے ملک کے اندر تیاری ہے، فوج ہے اور دیگر لوگ ہیں تو میری معلومات کے مطابق اس طرح کا سروے کسی ضلع کے اندر نہیں ہوا ہے تو میں یہ suggest کرنا چاہتا ہوں کہ سروے کے حوالے سے کوئی میکنزم بنائیں یا جو سروے اب ہو رہا ہے اس میں اگر کوئی معذوری کا خانہ موجود ہے جس طرح آپ نے فرمایا" ہے" تو اس کی روشنی

میں اس سے اکتساب کر کے اس سے سیکھ کر کوئی چیز plan کریں تاکہ کوئی rational projects field کے اندر جاری ہو سکیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: منسٹر صاحب! ڈاکٹر صاحب کی اچھی تجویز ہے اس کو دیکھا جائے۔

وزیر سپیشل ایجوکیشن (چودھری محمد شفیق): جناب سپیکر! ڈاکٹر صاحب نے بڑی اچھی تجویز دی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ کوشش کرتے ہیں کہ اس پر عملدرآمد کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

لاہور سپیشل ایجوکیشن سنٹرز، طلباء اور فنڈز سے متعلقہ تفصیلات

*7739: محترمہ حنا پرویز بٹ: کیا وزیر سپیشل ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) لاہور میں سپیشل ایجوکیشن کے کتنے ادارے کہاں کہاں چل رہے ہیں؟

(ب) ان اداروں میں کتنے بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں کلاس وار تفصیلات سے آگاہ کریں؟

(ج) ان اداروں میں کون کون سی missing facilities ہیں کیا حکومت ان کو فوری طور پر دور کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

(د) ان اداروں کو سال 16-2015 میں کتنے فنڈز فراہم کئے گئے مد وار تفصیل فراہم کریں؟

وزیر سپیشل ایجوکیشن (چودھری محمد شفیق):

(الف) ڈسٹرکٹ لاہور میں محکمہ سپیشل ایجوکیشن کے 20 ادارے کام کر رہے ہیں۔ جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

1. گورنمنٹ ڈگری کالج آف سپیشل ایجوکیشن B-II-45 جوہر ٹاؤن، لاہور۔
2. گورنمنٹ ڈیف اینڈ ڈیفیکٹو ہیرنگ ہائی سکول فار بوائز گلبرگ، لاہور۔
3. گورنمنٹ سنٹرل ہائی سکول فار ڈیف T-40 گلبرگ III، لاہور۔
4. گورنمنٹ ڈیف اینڈ ڈیفکٹیو ہیرنگ ہائی سکول فار گرلز چوبرجی راج گڑھ، لاہور۔
5. گورنمنٹ شاداب ٹریننگ انسٹیٹیوٹ آف سپیشل ایجوکیشن 128 خیبر بلاک علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور۔
6. گورنمنٹ سکول فار فزیکل Disabled چلڈرن پونچھ ہاؤس چوبرجی، لاہور۔

7. گورنمنٹ سن رائز انسٹیٹیوٹ فار دی بلائینڈ راوی روڈ، لاہور۔
8. گورنمنٹ انسٹیٹیوٹ فار دی بلائینڈ، شیرانوالہ گیٹ راوی روڈ، لاہور۔
9. گورنمنٹ انسٹیٹیوٹ فار دی گرلز، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور۔
10. گورنمنٹ سپیشل ایجوکیشن سنٹر، راوی ٹاؤن، لاہور۔
11. گورنمنٹ سپیشل ایجوکیشن سنٹر، عزیز بھٹی ٹاؤن، لاہور۔
12. گورنمنٹ سپیشل ایجوکیشن سنٹر، واہگہ ٹاؤن، لاہور۔
13. گورنمنٹ سپیشل ایجوکیشن سنٹر، نشتر ٹاؤن، لاہور۔
14. گورنمنٹ سپیشل ایجوکیشن سنٹر، شالامار ٹاؤن، لاہور۔
15. گورنمنٹ سپیشل ایجوکیشن سنٹر، رائیونڈ، لاہور۔
16. گورنمنٹ سپیشل ایجوکیشن سنٹر، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور۔
17. گورنمنٹ نیشنل سپیشل ایجوکیشن سنٹر، B-45، جوہر ٹاؤن، لاہور۔
18. گورنمنٹ ووکیشنل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ فار دی ڈیسیبل پرسنز، B-45، جوہر ٹاؤن، لاہور۔
19. گورنمنٹ (ورکشاپ) سن رائز انسٹیٹیوٹ فار دی بلائینڈ راوی روڈ، لاہور۔
20. گورنمنٹ ریڈی میڈ گارمنٹس سنٹر فار Disabled پرسنز راج گڑھ لاہور۔

(ب) ضلع لاہور میں کام کرنے والے مذکورہ اداروں میں کل 3106 طالب علم زیر تعلیم ہیں۔ کلاس وار تفصیل (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ان اداروں میں بچوں کو تمام تر سہولیات میسر ہیں اور اداروں میں کسی بھی سہولت کی کمی نہ ہے۔ البتہ کسی بھی ادارہ کی جانب سے کسی بھی ضرورت کی نشاندہی کی صورت میں محکمہ فوری طور پر مطلوبہ سہولت فراہم کرنے کے لئے مناسب اقدامات کرے گا۔

(د) ان اداروں کو مالی سال 16-2015 میں فراہم کردہ فنڈز کی تفصیل ادارہ وار (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

لاہور: محکمہ سپیشل ایجوکیشن میں بھرتی خواتین سے متعلقہ تفصیلات

*7941: محترمہ حنا پرویز بٹ: کیا وزیر سپیشل ایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) محکمہ سپیشل ایجوکیشن لاہور میں خواتین کے لئے منظور شدہ کوٹا کتنا ہے؟

(ب) متذکرہ محکمہ میں سال 16-2015 کے دوران کتنی خواتین کو ملازمت دی گئی ان خواتین کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ متذکرہ محکمہ میں خواتین کو پبلک سروس کمیشن کے ذریعے بھرتی کیا گیا ہے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ سال16-2015 کے دوران خواتین کو بغیر میرٹ کے بھرتی کیا گیا؟

وزیر سپیشل ایجوکیشن (چودھری محمد شفیق):

(الف) حکومت پنجاب کی بھرتی پالیسی کے تحت خواتین کے لئے منظور شدہ اسامیوں کا 15 فیصد کوٹا برائے خواتین مختص ہے اور محکمہ خصوصی تعلیم پنجاب میں بھی اس پر سختی سے عملدرآمد ہو رہا ہے۔

(ب) محکمہ سپیشل ایجوکیشن میں سال16-2015 کے دوران کل536 تدریسی و غیر تدریسی اسامیوں پر بھرتی ہوئی جن میں سے395 اسامیوں پر خواتین کی بھرتی عمل میں لائی گئی جن میں245 جونیئر سپیشل ایجوکیشن ٹیچر بی ایس-16، بائیس سینئر سپیشل ایجوکیشن ٹیچر بی ایس-17، پانچ ہیڈمسٹریس بی ایس-18، 62سپیچ تھراپیسٹ بی ایس-17، 59سائیکالوجسٹ بی ایس-17 اور دو لیکچرار انگلش بی ایس-17 کو پنجاب پبلک سروس کمیشن کے ذریعے بھرتی کیا گیا۔ تفصیل(الف)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

پنجاب پبلک سروس کمیشن میں زیادہ تر خواتین اوپن میرٹ پر ان اسامیوں کے لئے appear ہوتی ہیں جبکہ پندرہ فیصد کوٹا بھی مدنظر رکھا جاتا ہے۔ بھرتی شدہ خواتین کے نام ،عہدہ اور گریڈ کی تفصیل(ب)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ مزید برآں محکمہ نے سال 16-2015 میں گریڈ16 سے نیچے کوئی بھرتی عمل میں نہ لائی ہے۔

(ج) جی ہاں! یہ درست ہے کہ مذکورہ خواتین واساتذہ کو پنجاب پبلک سروس کمیشن کے ذریعے ہی بھرتی کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ محکمہ سپیشل ایجوکیشن کے زیر انتظام چلنے والے project inclusive education میں بھی محکمہ نے سال16–2015 میں17 خواتین کو ڈیپارٹمنٹ ریکروٹمنٹ کمیٹی کے ذریعے بھرتی کیا ہے۔

(د) یہ بات درست نہ ہے کہ خواتین کو بغیر میرٹ کے بھرتی کیا جاتا ہے، بلکہ درج بالا جوابات میں بتایا گیا ہے کہ جونیئر سپیشل ایجوکیشن ٹیچرز، سینئر سپیشل ایجوکیشن ٹیچرز، ہیڈمسٹریس، سپیچ تھراپیسٹ اور سائیکالوجسٹ کی تمام تر اسامیاں پنجاب پبلک سروس کمیشن کے

ذریعے ہی بھرتی کی جاتی ہیں اور کمیشن کی سفارشات کے مطابق ہی محکمہ بھرتی کا عمل مکمل کرتا ہے۔ مزید برآں ایسی اسامیاں جو پنجاب پبلک سروس کمیشن کے دائرہ اختیار میں نہیں آتیں وہ ڈیپارٹمنٹ ریکروٹمنٹ کمیٹی کے ذریعے شفاف اور میرٹ پر مبنی طریق کار سے پُر کی جاتی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سید حسین جہانیاں گردیزی تحاریک استحقاق کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

رپورٹیں
(میعاد میں توسیع)

تحاریک استحقاق بابت سال 14-2013، 16-2015 اور 2017 کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

سید حسین جہانیاں گردیزی: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"تحاریک استحقاق نمبر 1، 12 اور 20 بابت سال 2013 اور 31 بابت سال 2014، 5، 14، 18، 19 اور 20 بابت سال 2015، 12,14,18,20,25,31,32,33, 34,35,38,39 اور 44 بابت سال 2016 اور تحاریک استحقاق نمبر 2 اور 3 بابت سال 2017 کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 21-اپریل 2017 سے دوماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"تحاریک استحقاق نمبر 1، 12 اور 20 بابت سال 2013 اور 31 بابت سال 2014، 5، 14، 18، 19 اور 20 بابت سال 2015، 12,14,18,20,25,31,32,33, 34,35,38,39 اور 44 بابت سال 2016 اور تحاریک استحقاق نمبر 2 اور 3 بابت

سال2017 کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 21-اپریل2017 سے دوماہ کی توسیع کردی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"تحاریک استحقاق نمبر 1، 12اور 20 بابت سال 2013اور 31 بابت سال2014، 5، 14، 18، 19اور 20 بابت سال 2015، 12,14,18,20,25,31,32,33، 34,35,38,39اور 44 بابت سال2016 اور تحاریک استحقاق نمبر2 اور 3 بابت سال2017 کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 21-اپریل2017 سے دوماہ کی توسیع کردی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب باؤاختر علی مجلس قائمہ برائے سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

نشان زدہ سوالات نمبر 6261، 7108، 7109، 7122اور 7124 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

باؤاختر علی: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"Starred Question No. 6261 asked by Mian Tahir, MPA (PP-69), Starred Questions No. 7108 and 7109 asked by Mian Tariq Mehmood, MPA (PP-113), Starred Question No. 7122 asked by Mrs Raheela Anwar, MPA (W-357), Starred Question No. 7124 asked by Dr Nausheen Hamid, MPA (PP- W356)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 21-اپریل2017 سے دوماہ کی توسیع کردی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"Starred Question No. 6261 asked by Mian Tahir, MPA (PP-69), Starred Questions No. 7108 and 7109 asked by Mian Tariq Mehmood, MPA (PP-113), Starred Question No. 7122 asked by Mrs Raheela Anwar, MPA (W-357), Starred Question No. 7124 asked by Dr Nausheen Hamid, MPA (PP- W356)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 21-اپریل 2017 سے دو ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"Starred Question No. 6261 asked by Mian Tahir, MPA (PP-69), Starred Questions No. 7108 and 7109 asked by Mian Tariq Mehmood, MPA (PP-113), Starred Question No. 7122 asked by Mrs Raheela Anwar, MPA (W-357), Starred Question No. 7124 asked by Dr Nausheen Hamid, MPA (PP- W356)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 21-اپریل 2017 سے دو ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب امیر محمد خان مجلس قائمہ برائے ہاؤسنگ، اربن ڈویلپمنٹ اینڈ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

تحاریک التوائے کار نمبر 14/237،15/278اور نشان زدہ سوالات نمبر 2401،4437کے بارے میں مجلس قائمہ برائے ہاؤسنگ، اربن ڈویلپمنٹ اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب امیر محمد خان: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

1. Adjournment Motion No. 237/2014 moved by Mr Ahmad Shah Khagga, MPA(PP-229)
2. Adjournment Motion No. 278/2015 moved by Dr Syed Waseem Akhtar, MPA(PP-271)
3. Starred Question No. 2401/2016 asked by Dr Syed Waseem Akhtar, MPA(PP-271)
4. Starred Question No.4437/2016 asked by Raja Rashid Hafeez, MPA(PP-11)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے ہاؤسنگ ،اربن ڈویلپمنٹ اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں دو ماہ کی توسیع کر دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

1. Adjournment Motion No. 237/2014 moved by Mr Ahmad Shah Khagga, MPA(PP-229)
2. Adjournment Motion No. 278/2015 moved by Dr Syed Waseem Akhtar, MPA(PP-271)
3. Starred Question No. 2401/2016 asked by Dr Syed Waseem Akhtar, MPA(PP-271)
4. Starred Question No.4437/2016 asked by Raja Rashid Hafeez, MPA(PP-11)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے ہاؤسنگ،اربن ڈویلپمنٹ اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں دوماہ کی توسیع کر دی جائے۔

یہ تحریک پیش کی گئی ہےاوراب سوال یہ ہے کہ:

1. Adjournment Motion No. 237/2014 moved by Mr Ahmad Shah Khagga, MPA(PP-229)
2. Adjournment Motion No. 278/2015 moved by Dr Syed Waseem Akhtar, MPA(PP-271)
3. Starred Question No. 2401/2016 asked by Dr Syed Waseem Akhtar, MPA(PP-271)
4. Starred Question No.4437/2016 asked by Raja Rashid Hafeez, MPA(PP-11)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے ہاؤسنگ ،اربن ڈویلپمنٹ اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں دوماہ کی توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر:اب سردار بہادر خان میکن مجلس قائمہ برائے زراعت کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

قرارداد نمبر276،238اورنشان زدہ سوالات نمبر7166،7350اور 7862کے بارے میں مجلس قائمہ برائے زراعت کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

سردار بہادر خان میکن:جناب سپیکر!میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

1. 1-Resolution No. 276 Moved by Mr Ahmad Khan Bhacher, MPA(PP-45)

2. Resolution No. 238 Moved by Ch Amir Sultan Cheema, MPA(PP-32)
3. Starred Question No. 7166 asked by Mr Ehsan Riaz Fatyana, MPA(PP-58)
4. Starred Questions No.7350 and 7862 asked by Dr Syed Waseem Akhtar, MPA(PP-271)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے زراعت کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں دوماہ کی توسیع کر دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

1. 1-Resolution No. 276 Moved by Mr Ahmad Khan Bhacher, MPA(PP-45)
2. Resolution No. 238 Moved by Ch Amir Sultan Cheema, MPA(PP-32)
3. Starred Question No. 7166 asked by Mr Ehsan Riaz Fatyana, MPA(PP-58)
4. Starred Questions No.7350 and 7862 asked by Dr Syed Waseem Akhtar, MPA(PP-271)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے زراعت کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں دوماہ کی توسیع کر دی جائے۔

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

1. 1-Resolution No. 276 Moved by Mr Ahmad Khan Bhacher, MPA(PP-45)
2. Resolution No. 238 Moved by Ch Amir Sultan Cheema, MPA(PP-32)
3. Starred Question No. 7166 asked by Mr Ehsan Riaz Fatyana, MPA(PP-58)

4. Starred Questions No.7350 and 7862 asked by Dr Syed Waseem Akhtar, MPA(PP-271)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے زراعت کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں دو ماہ کی توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب جناب ذوالفقار غوری مجلس قائمہ برائے لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

مسودہ قانون (ترمیم) اینیملز سلاٹر کنٹرول پنجاب 2016 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب ذوالفقار غوری: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

The Punjab Animals Slaughter Control (Amendment) Bill 2016(Bill No.5 of 2016) moved by Dr Nausheen Hamid, MPA(W-356)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں دو ماہ کی توسیع کر دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

The Punjab Animals Slaughter Control (Amendment) Bill 2016(Bill No.5 of 2016) moved by Dr Nausheen Hamid, MPA(W-356)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں دو ماہ کی توسیع کر دی جائے۔

یہ تحریک پیش کی گئی ہےاوراب سوال یہ ہے کہ:

The Punjab Animals Slaughter Control (Amendment) Bill 2016(Bill No.5 of 2016) moved by Dr Nausheen Hamid, MPA(W-356)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے لائیوسٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں دوماہ کی توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ فائزہ احمد ملک!آپ کچھ کہنا چاہتی ہیں؟

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! میری جو requestہے اس کو seriously لیا جائے اُس کو شور شرابے کی نذر نہ کیا جائے کل ہمارے ایک محترم منسٹر صاحب نے ایک ایسی statementدی جس سے میں سمجھتی ہوں کہ بہت زیادہ ایوان کا استحقاق بھی مجروح ہوااور ایک عجیب تماشا سالگ گیا۔ میرے خیال میں آپ جب کسی بڑی پوسٹ کے اوپر بیٹھتے ہیں تو وہاں پر آپ کے اوپر ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں اور آپ کو کوئی بھی بیان دینے سے پہلے اور بات کرنے سے پہلے بہت سوچ سمجھ کر اور ناپ تول کے بات کرنی چاہئے۔ یہ جو ہائر ایجوکیشن کی میٹنگ میں حجاب پہننے پر پانچ فیصد اضافی نمبر دینے کی بات ہوئی ہے۔

جناب سپیکر! back foot پر جانے سے بہتر ہے کہ اس طرح کی تجاویز کو پہلے سامنے نہ لایا جائےاوراُس کوزیر غور کیوں لایا گیا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ میرے خیال میں کل اس کے بارے میں بڑی clarityہو گئی ہے چیف منسٹر صاحب کی طرف سے بھی اور لاء منسٹر راناثناء اللہ کی طرف سے بھی اور باقی لوگوں کی طرف سے بھی۔۔۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر!حکومت کو بڑی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ!وہ معاملہ بڑاclearہو گیا ہے۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! یہ کوئی اچھی بات تو نہیں ہے ایک ذمہ دار منسٹر ہونے کے باوجود انہوں نے اس طرح کی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر اعلیٰ نے بڑا categorically کہا ہے کہ نمبر صرف میرٹ کی بنیاد پر ملیں گے کسی اور وجہ سے نہیں ملیں گے آپ کا شکریہ۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! کیا ہم بچوں کو incentive دینے کی بجائے۔۔۔

پوائنٹ آف آرڈر

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

ڈاکٹر فرزانہ نذیر: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر فرزانہ نذیر: جناب سپیکر! پہلے میں کھڑی ہوئی تھی صرف دو منٹ دے دیں۔ ڈاکٹر صاحب پہلے مجھے بولنے دیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! نہیں، مجھے سپیکر صاحب نے floor دے دیا ہے میرے بعد آپ بات کر لیں۔

ڈاکٹر فرزانہ نذیر: جناب سپیکر! خواتین first۔ آپ کی مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحب! آپ بات کریں۔

مجلس قائمہ برائے ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ کی رپورٹ پیش کرنے کی میعاد میں بار بار توسیع لینے کی بجائے میٹنگ بلانے کا مطالبہ

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ابھی انہوں نے ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں دو ماہ کے لئے توسیع لی ہے اور یہ نہیں بتایا کہ کتنی دفعہ اس کی توسیع لی جا رہی ہے۔ میں نے متعدد بار چیئرمین سٹینڈنگ کمیٹی جو کہ ہمارے فاضل ممبر ہیں اُنہیں میں نے فون کیا میں نے انہیں کہا کہ اس کی میٹنگ رکھوائیں اس میں ایڈن ہاؤسنگ سکیم کا مسئلہ اُٹھایا ہوا ہے۔ 10 ہزار کے قریب اس کے متاثرین ہیں جن سے رقم لے کر دبڑ غٹ کر لی ہے، ہضم کر لی

ہے اور مزید نئے نئے اور پراجیکٹ بنا رہے ہیں ایک آدھی میٹنگ ہوئی جس کے اندر میں بھی آیا تو ایڈن ہاؤسنگ کی طرف سے کوئی اہلکار بلانے کے باوجود نہیں آیا۔ تو بعض متاثرین اس قسم کی باتیں بھی کرنے لگ گئے ہیں کہ یہ معاملہ ایوان کی ایک کمیٹی کے سپرد ہو چکا ہے کمیٹی کی میٹنگ نہیں ہو رہی مسلسل put off ہو رہا ہے شاید انہوں نے بھی اندر کھاتے اُن سے کوئی مک مکا کر لیا ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے آپ کی یہ direction چاہتا ہوں کہ چیئرمین صاحب کو یہ direction دی جائے اب اُس کی میٹنگ بلوائیں اور full flagged meeting ہو جس کے اندر یہ بات ہو۔ تاکہ جو مسئلہ اسمبلی کی طرف آیا ہوا ہے کسی خوش اسلوبی سے کسی طرف لگے اور 10 ہزار متاثرین۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحب! آپ کو یاد ہو گا یہ معاملہ بھی میں نے ہی take up کیا تھا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! بالکل۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس میں کافی سارے لوگ جن کے ساتھ انہوں نے زیادتی کی تھی اُن کو compensate کر بھی چکے ہیں۔ ہمارے معزز ممبر عباس راں صاحب ہیں انہوں نے کل خود admit کیا کہ اُن کے ساتھ جنہوں نے فراڈ کیا تھا لیکن یہ معاملہ چونکہ یہاں پر take up ہوا تھا اور اُن کو اُن کے جو بھی dues تھے انہوں نے clear کئے ہیں میرے نوٹس میں جتنے بھی لوگوں کا معاملا ہے سب کو وہ clear کر چکے ہیں تو آپ کی بات جائز ہے اگر کوئی بھی۔۔۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! ایسا نہیں ہے بات یہ ہے کہ چند لوگوں کے ہوئے ہیں، ابھی بڑا chunk موجود ہے اور عباس راں صاحب اگر یہاں تشریف فرما ہیں تو ابھی چند روز پہلے انہوں نے بتایا ہے کہ حق رسی نہیں ہوئی۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحب! میری بات سنیں وہ کل خود admit کر چکے ہیں اگر ڈاکٹر صاحب آپ سمجھتے ہیں کہ کوئی بندہ اس میں رہ گیا ہے آپ اُن کو لے کر آئیں ۔ چیئرمین کمیٹی رانا رؤف اُن کو compensate کریں گے وہ ہاؤسنگ والے اُن کے پیسے واپس کریں گے ۔ آپ کے پاس اگر کوئی اس طرح کا کیس آیا ہوا ہے تو آپ اُس کو لے کر آئیں یہ میری آپ کے ساتھ commitment ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں نے دوسری بات یہ کرنی ہے کہ جو بھی ایوان کے اندر issue اُٹھا حجاب اور پردے کے حوالے سے میں سمجھتا ہوں حجاب کا آرڈر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں دیا ہے

نبی کا فرمان ہے اور as such یہ آئینی تقاضا بھی ہے اچھے کام کو فروغ دینے کے لے اگر گورنمنٹ کوئی incentive دیتی ہے میں سمجھتا ہوں اُس کا دیا جانا چاہئے اور وومن کو empowerment اور ترقی کے نام پر مغرب۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحب! بات یہ ہے کہ بحیثیت مسلمان آپ بھی اللہ اور رسول کے ماننے والے ہیں میں بھی اللہ اور رسول کا ماننے والا ہوں۔ بات یہ ہے کہ اگر اس طرح پانچ نمبروں کا لالچ کر کے آپ کسی کو حجاب پہنوائیں گے تو پھر معاملہ کہاں پر جائے گا تو نمبر صرف اور صرف میرٹ پر ملیں گے۔ بحیثیت مسلمان ہمارا یہ حق بنتا ہے کہ اللہ اور رسول کے دیئے ہوئے جو احکامات ہیں اُن کی روشنی میں عمل کریں، پانچ نمبروں کے لئے نہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! اس میں precedent موجود ہے کہ جو حفاظ کرام ہیں ان کو پانچ نمبر دیئے جاتے ہیں اس حوالے سے اچھی چیز کو اگر فروغ دینے کے لئے گورنمنٹ اگر کوئی چیز سوچ رہی تھی تو لبرل لوگوں نے ظاہر ہے ایک ہوا کھڑا کرنا ہے اور گورنمنٹ کو back foot پر لے جانے کی کوشش کرنی ہے۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں اگر ایسا کوئی اقدام زیر غور آیا تھا میں اُس کے اوپر وزیر اعلیٰ اور وزیر تعلیم سے یہ گزارش کروں گا کہ اس کو آگے بڑھائیں کہ اس کو fulfill کریں اسی میں ہماری دنیا بھی ہے اور آخرت بھی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحب! نمبر تو میرٹ پر ملیں گے اس میں تو کوئی دوسری رائے نہیں ہے۔ جی، ڈاکٹر فرزانہ نذیر!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب تشریف رکھیں۔ ڈاکٹر صاحبہ مختصر سی بات کریں میں نے آگے کارروائی کو بڑھانا ہے۔ جی، ڈاکٹر فرزانہ نذیر!

ڈاکٹر فرزانہ نذیر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! شکریہ۔ [*****] یہ سنیں۔۔۔

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر صفحہ نمبر 616 الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ!یہ کیا بات ہے۔ڈاکٹر صاحبہ آپ پڑھی لکھی ہیں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جائیں۔آپ کا بہت شکریہ۔ڈاکٹر صاحبہ جب بھی آپ نے کوئی بات کرنی ہے کوئی negative ہی کرنی ہے۔جی، چودھری اشرف علی انصاری!

ڈاکٹر فرزانہ نذیر: جناب سپیکر!قرآن پاک میں ایمان والوں سے کہا گیا ہے کہ اپنی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی اوڑھنیاں اوڑھے رکھیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ آپ عجیب بات کر رہی ہیں آپ پانچ نمبروں کے لئے حجاب پہنیں گی، خدا کا نام لیں مسلمان پانچ نمبروں کے لئے حجاب پہنیں گے۔آپ پانچ نمبروں کے لئے حجاب پہنا رہی ہیں ہماری بیٹیاں، مائیں ہیں یہ کرنا ہمارا حق بنتا ہے؟آپ کا بہت شکریہ

تحاریک التوائے کار

جناب ڈپٹی سپیکر :اب ہم تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔پہلی تحریک التوائے کار نمبر 175/17 چودھری اشرف علی انصاری کی ہے۔۔۔جی، چودھری اشرف علی انصاری اپنی تحریک التوائے کار پڑھیں۔

زیادہ دودھ حاصل کرنے کے لئے استعمال ہونے والے ٹیکوں پر پابندی کے باوجود کھلے عام فروخت کا انکشاف

چودھری اشرف علی انصاری: جناب سپیکر!میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "عوامی رنگ" گوجرانوالہ کی اشاعت مورخہ 18۔فروری 2017 کی خبر کے مطابق دودھ والا ٹیکہ موت کا سامان، سینکڑوں جانور ہلاک، بیماریاں انسانوں میں منتقل، دُنیا بھر میں ایسے ٹیکوں کی فروخت پر پابندی ہے جبکہ پاکستان میں پابندی کے باوجود بھی کھلے عام استعمال ہو رہے ہیں۔ہائیکورٹ سے پابندی کے باوجود صوبہ بھر کے میڈیکل سٹورز پر مذکورہ انجکشن کی کھلے عام فروخت جاری، گزشتہ سال میں ہزاروں جانور ہلاک، بڑی تعداد مضر بیماریوں میں مبتلا، محکمہ مافیا کے سامنے بے بس، ان ٹیکوں کے استعمال سے خطرناک بیماریاں پھیل رہی ہیں۔ تفصیلات کے مطابق جانوروں سے دودھ کی زیادہ مقدار حاصل کرنے کے لئے استعمال ہونے والے ٹیکہ جات پر پابندی کے باوجود پنجاب بھر کی مارکیٹوں

میں کھلے عام فروخت ہو رہے ہیں جس کے باعث گزشتہ سال تقریباً 937 جانور ہلاک ہو گئے جبکہ 2318 جانور مختلف بیماریوں کا شکار ہیں اور انسانوں میں بھی ان بیمار جانوروں کے دودھ کے استعمال سے مضر بیماریاں منتقل ہو رہی ہیں۔ لاہور ہائیکورٹ نے بھی دودھ کی زیادہ پیداوار حاصل کرنے کے لئے بھینسوں کو لگنے والے ٹیکوں پر پابندی لگا دی تھی لیکن ایک سال سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود بھی ایسے ٹیکوں کی مارکیٹ میں کھلے عام فروخت جاری ہے۔ لاہور، گوجرانوالہ، شیخوپورہ، فیصل آباد، حافظ آباد، منڈی بہاؤالدین سمیت صوبہ بھر میں واقع میڈیکل سٹورز پر ٹیکے کھلے عام فروخت ہو رہے ہیں۔ بظاہر ایسے لگتا ہے کہ ایسے ٹیکے بنانے والے مافیا کے سامنے ہمارے متعلقہ محکمہ جات بے بس ہیں یا پھر محکمہ لائیو سٹاک اور ضلعی انتظامیہ ایسے مافیا سے ماہانہ کی بنیاد پر منتھلیاں وصول کر کے خاموش ہیں۔ ویٹرنری ہسپتال میں سینئر ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ ان ٹیکوں کے استعمال سے جانوروں میں خطرناک بیماریاں پھیل رہی ہیں اور ان جانوروں کے دودھ کے استعمال سے انسانوں میں بھی بیماریاں منتقل ہو رہی ہیں۔ ان ٹیکوں کے استعمال سے دو سال بعد جانوروں کی اموات ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ واضح رہے کہ دنیا بھر میں ایسے ٹیکوں کی فروخت پر پابندی ہے جبکہ پاکستان میں پابندی کے باوجود بھی کھلے عام فروخت ہو رہے ہیں لہٰذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس تحریک التوائے کار کو next week تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! تشریف رکھیں۔

جناب طارق محمود باجوہ: جناب سپیکر! میری تحریک التوائے کار نمبر 210/17 ہے براہ مہربانی مجھے out of turn پڑھنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میں آپ کو موقع دیتا ہوں۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 179/17 ڈاکٹر مراد راس کی ہے۔ جی، ڈاکٹر صاحب! اسے پیش کریں۔

ضلعی انتظامیہ کی ملی بھگت سے زیادہ دودھ حاصل کرنے کے لئے استعمال ہونے والے ٹیکوں کی پابندی کے باوجود فروخت جاری

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "دُنیا" کی اشاعت مورخہ 16۔فروری 2017 کی خبر کے مطابق جانوروں سے دودھ کی زیادہ مقدار حاصل کرنے کے لئے استعمال ہونے والے ٹیکہ جات پر پابندی کے باوجود پنجاب بھر کی مارکیٹوں میں کھلے عام دودھ والا ٹیکہ فروخت ہو رہا ہے۔ جس کے باعث گزشتہ سال تقریباً 937 جانور ہلاک ہو گئے جبکہ 2318 جانور مختلف بیماریوں کا شکار ہیں اور انسانوں میں بھی ان بیمار جانوروں کے دودھ کے استعمال سے مضر بیماریاں منتقل ہو رہی ہیں۔ ایسے ٹیکے بنانے والے مافیا کے سامنے متعلقہ محکمے بے بس ہیں یا پھر لائیو سٹاک اور ضلعی انتظامیہ ایسے مافیا سے ماہانہ کی بنیاد پر مبینہ منتھلیاں وصول کر کے خاموش ہیں۔ دُنیا بھر میں ایسے ٹیکوں کی فروخت پر پابندی ہے جبکہ پاکستان میں پابندی کے باوجود بھی کھلے عام استعمال ہو رہے ہیں لہٰذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! کیا اس تحریک التوائے کار کا جواب آیا ہے؟

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! اس تحریک التوائے کار کا جواب آ ہی نہیں سکتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیوں جناب؟ ڈاکٹر صاحب! اس تحریک التوائے کار کا جواب next week میں انشاءاللہ آئے گا۔ اس تحریک التوائے کار کو next week تک کے لئے pending کیا جاتا ہے اور next week میں اس تحریک التوائے کار کا جواب آنا چاہئے۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: اگلی تحریک التوائے کار نمبر 17/180 محترمہ سعدیہ سہیل رانا کی ہے۔ جی، محترمہ!

لاہور میں غیر قانونی مذبح خانوں میں اضافہ

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی

جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "دُنیا" کی اشاعت مورخہ 18۔فروری2017 کی خبر کے مطابق صوبائی دارالحکومت میں پابندی کے باوجود غیر قانونی مذبح خانوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے جس کے باعث شہری بیمار جانوروں کا گوشت کھانے پر مجبور ہیں۔ قانون کے مطابق جانوروں کو سرکاری سلاٹر ہاؤس میں ذبح کرکے اس پر باقاعدہ تندرست ہونے کی مہر لگائی جاتی ہے لیکن شہر کے مختلف علاقوں میں ایسے غیر قانونی ذبح خانے موجود ہیں جو اپنی مرضی سے بیمار اور لاغر جانوروں کو ذبح کرکے ان کا گوشت فروخت کرتے ہیں۔ علی الصبح ایسے غیر قانونی مذبح خانوں میں جانوروں کو ذبح کرکے گوشت مختلف علاقوں میں سپلائی کیا جاتا ہے۔ بعض علاقوں میں شام گئے تک دکانوں پر بیمار جانور ذبح کرکے گوشت دھڑلے سے فروخت کیا جاتا ہے جبکہ محکمہ لائیوسٹاک اور ضلعی انتظامیہ بااثر مافیا کے سامنے بے بس نظر آتی ہے یا پھر ایسے مذبح خانوں کو محکمہ لائیوسٹاک اور ضلعی انتظامیہ کی پشت پناہی حاصل ہے اور کوئی کارروائی نہ ہونے کے باعث غیر قانونی ذبح خانوں میں اضافہ ہو رہا ہے لہٰذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس تحریک التوائے کار کو next week تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ جی، طارق محمود باجوہ! آپ اپنی تحریک التوائے کار نمبر 210/17 پڑھیں۔

الھدیٰ شوگر مل سانگلہ ہل کی طرف سے کسانوں کو گنّے کی مقررہ قیمت سے کم ادائیگی

جناب طارق محمود باجوہ: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ حکومت نے گنّا کی خریداری کا ریٹ -/180 روپے فی من مقرر کیا ہوا ہے۔ اس پر ڈیڑھ روپے فی من شوگر سیس کاٹ کر 178.50 روپے قیمت دی جاتی ہے۔ الھدیٰ شوگر مل سانگلہ ہل میں شاہد انجم کین پٹواری اور شہزاد کین پٹواری CPR ڈی جی ایم فنانس کو دیتے ہیں۔ وہ پندرہ، پندرہ دن تک کسانوں کو پیسے نہیں دیتے۔

جناب سپیکر! یہاں تھوڑا misprint ہو گیا ہے شاید میرے لکھنے میں غلطی ہو گئی ہے۔ اس میں آٹھ روپے کا اضافہ کر دیں کہ یہ اصل ریٹ سے آٹھ روپے کی کٹوتی کرتے ہیں۔ 170.50 کے حساب سے پیسے دیتے ہیں۔ اس سے قبل بھی وہاں پر ایسا ہی ہوتا رہا ہے انہوں نے بھی کسانوں کو گنا کی

قیمت کی ادائیگی میں لیت ولعل سے کام لیا۔لاکھوں روپے خُورد بُرد کر لئے۔اب بھی صورتحال ایسی ہے اور کسانوں کو پیسے نہیں دیئے جارہے۔یہ معاملہ انتہائی سنگین ہے۔اسمبلی فوری طور پر دخل اندازی کر کے کسانوں کو بروقت ادائیگی یقینی بنائے اور جن کسانوں کی ادائیگیاں روکی ہوئی ہیں،ان کو فی الفور دینے کے احکامات صادر کئے جائیں لہٰذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس تحریک التوائے کار کو next week تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار 49/17 محترمہ خدیجہ عمر اور جناب احمد شاہ کھگہ کی ہے۔یہ تحریک التوائے کار 03-02-17 کو move ہو گئی تھی اس تحریک التوائے کار کا جواب آنا تھا۔جی، جناب رمضان صدیق بھٹی! اس کا جواب دیں۔

صفدر آباد(شیخوپورہ) میں انتظامیہ کی ملی بھگت سے ون ڈش کی خلاف ورزی

(---جاری)

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ(جناب رمضان صدیق بھٹی): جناب سپیکر! یہ ہمارے ڈیپارٹمنٹ سے متعلقہ نہ ہے یہ ہوم ڈیپارٹمنٹ سے متعلقہ ہے ہم نے یہ تحریک ان کو بھیج دی ہے اور جو متعلقہ پارلیمانی سیکرٹری ہیں ان کے نوٹس میں بھی میں لے آیا ہوں۔اسمبلی سے نیا قانون پاس ہو چکا ہے اور اب ہوم ڈیپارٹمنٹ شادی بیاہ کے حوالے سے کارروائی کرتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس تحریک التوائے کار کو pending کیا جاتا ہے اور اس کو ہوم ڈیپارٹمنٹ کو refer کیا جائے۔

سرکاری کارروائی

بحث

پری بجٹ بحث

(---جاری)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔آج کے ایجنڈے پر حسب ذیل سرکاری کارروائی ہے continuation of Pre Budget discussion آپ لوگوں کو معلوم

ہے کہ پری بجٹ بحث کا آغاز ہو چکا ہے۔ آج بھی بحث جاری رہے گی جو ممبران اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنے نام مجھے بھجوادیں۔ جی، لیڈر آف دی اپوزیشن!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں محمود الرشید! پلیز، آپ دو منٹ تشریف رکھیں ذرا میاں محمد رفیق کی بات سن لیں۔

MIAN MUHAMMAD RAFIQ: Mr Speaker! Thanks. It is very important alarming question on point of order

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

میاں محمد رفیق: یہ regarding special education ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، اب وہ ختم ہو چکا ہے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے میں سوال نہیں کر رہا ہوں اور وہ اسی سے متعلقہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ پیر محل شہر کے اندر سپیشل بچوں کے لئے این جی او ایک ادارہ چلا رہی تھی۔ اس ادارے کی بلڈنگ کو پیر محل شہر کی مافیا جس میں ایک سیاسی گروہ شامل ہے اس نے سپیشل ایجوکیشن ادارے کی بلڈنگ کو گرادیا اور سکول بند کروا دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ گورنمنٹ نے اس پر کیا کیا اور سپیشل بچوں کا کیا بنا؟ یہ کتنا alarming question ہے، یہ سپیشل ایجوکیشن منسٹر سے متعلقہ ہے۔ اب چونکہ منسٹر صاحب تو موجود نہیں ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: منسٹر صاحب آگے بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ آپ کو نظر آرہے ہوں گے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! پھر جواب دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ان کو نہیں پتا۔ منسٹر چودھری شفیق صاحب! آپ میاں رفیق صاحب کو بلا کر ان کی بات سنیں۔ اگر یہ satisfy ہو جائیں تو ٹھیک ہے۔ نہیں تو آپ تحریک استحقاق لے کر آئیں۔ جی، قائد حزب اختلاف میاں محمود الرشید!۔۔۔ جی، پارلیمانی سیکرٹری برائے خزانہ رانا بابر ادھر موجود ہیں وہ آپ کے پوائنٹ نوٹ کریں گے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! بہتر ہوتا کہ آج یہاں محترمہ وزیر خزانہ بھی موجود ہوتیں۔ بات تو وہ کرتے ہیں کہ آپ تجاویز دیں۔۔۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! آپ حکم کریں تو ہم ان کی منت کر کے لے آتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں محمد اسلم اقبال! یہ کوئی سات دن سے بحث جاری ہے۔ میرے خیال میں اس کو سات دن ہونے والے ہیں۔ پہلا موقع ہی لیڈر آف دی اپوزیشن کو دیا گیا تھا لیکن آپ اس وقت غصے میں تھے، واک آؤٹ کر کے چلے گئے تھے اور روزانہ نام پکارا جاتا تھا لیکن آپ لوگوں کے اصرار پر دنوں میں اضافہ کیا گیا ہے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! انہوں نے احسان کیا ہے---

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، رانا بابر حسین! آپ کے پوائنٹس نوٹ کرنے کے لئے موجود ہیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! ہم مانتے ہیں کہ وہ بڑی مشکل سے اسمبلی میں آتے ہیں۔ یہ ان کی مہربانی کہ وہ آ جاتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اگر انہوں نے ان کے سامنے ہی speech کرنی ہے تو بے شک بحث کل بھی جاری رہے گی۔ قائد حزب اختلاف صاحب کل اپنی speech کر لیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! ناز نخرے ان کو آتے ہیں---

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! نہیں، یہ تو کوئی طریقہ نہیں ہے۔ آپ خود بھی وزیر رہ چکے ہیں۔ آپ ایسے نہ کریں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! آپ حکم کریں تو یہ ساری اپوزیشن جا کر درخواست کرتی ہے---

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کو بھی تو بہت سارے وزیر منا کر لے آئے تھے۔ جس طرح آپ الفاظ استعمال کر رہے ہیں۔

MIAN MUHAMMAD ASLAM IQABAL: Mr Speaker! This is more important forum.

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! ڈیپارٹمنٹ کا بھی کوئی آدمی موجود نہیں ہے۔ جیسے سیکرٹری، ایڈیشنل سیکرٹری یا ڈپٹی سیکرٹری وغیرہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ڈیپارٹمنٹ کے نمائندے بیٹھے ہوئے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ میں پھر step down کرتا ہوں۔ جب منسٹر صاحبہ آئیں گی تو میں پھر بات کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں!آپ اس وقت بات کر لیجئے گا۔ جناب شوکت علی لا لیکا!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ شیخ اعجاز احمد!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ میاں محمد اسلام اسلام!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جناب جاوید اختر!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جی، میاں محمد اسلام اسلم!

میاں محمد اسلام اسلم: جناب سپیکر! شکریہ۔ آپ نے پری بجٹ discussion کے لئے موقع دیا۔ ظاہر ہے کہ اس میں ٹائم پیریڈ تو بڑا short سا ہوتا ہے اور مسائل بہت زیادہ ہوتے ہیں لیکن میری کوشش ہوگی کہ میں اپنے حلقے کے حوالے سے جو مسائل ہیں ان کو discuss کروں۔ ایجوکیشن کے حوالے سے جس طرح اس نظام میں بڑی بہتری آ رہی ہے اور خصوصی طور پر ٹیکنیکل ایجوکیشن سی پیک کی وجہ سے کافی اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ میری گزارش ہوگی کہ پارلیمانی سیکرٹری خزانہ توجہ فرمائیں گے۔ اس دور میں بھی میری دو یونین کونسل ایسی ہیں جہاں پر ایک بھی گورنمنٹ ہائی سکول نہیں ہے چونکہ وہاں پر مڈل سکول بھی نہیں ہے۔ میں بارہ دفعہ چیف سیکرٹری کو بھی لکھ چکا ہوں اور سیکرٹری ایجوکیشن کو بھی کہہ چکا ہوں لیکن ابھی تک میری دو یونین کونسلیں 7R-178 اور 225 ہیڈ فرید ہائی سکول سے محروم ہیں۔

جناب سپیکر! اسی طرح زراعت کے حوالے سے ہمیں جہاں پختہ کھالوں اور پانی کی ضرورت ہے وہاں تھوڑا سا میں گزارش کروں گا کہ ہمارے ضلع کی دو شوگر ملیں بند پڑی ہیں جس کی وجہ سے گنا سڑکوں پر ہے، کسان برے حال میں ہے اور کیس کورٹ میں ہے۔ میں چاہوں گا کہ پنجاب گورنمنٹ اس کیس میں فریق بنے اور ابھی بھی سیزن گیا نہیں ہے۔ کسان کو کچھ ریلیف دیا جائے۔ دو شوگر ملیں بند ہو جائیں اور اتنا زیادہ گنا ہے کہ لوگ ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔

جناب سپیکر! تیسری میری گزارش ہوگی کہ چولستان میں چالیس سال سے لوگوں کو زمین تو الاٹ ہے لیکن ان کا پانی مستقل نہیں ہے اور صرف drinking water ہے۔

جناب سپیکر! میری گزارش ہوگی کہ یہ غیر منصفانہ تقسیم نہیں ہونی چاہئے۔ ان لوگوں کو جن کا allotted رقبہ ہے ان کو پانی مستقل طور پر کیوں نہیں دیا جاتا؟ رابطہ سڑکیں بن رہی ہیں۔ اس میں farm to market roads بہت اچھی سڑکیں ہیں لیکن میرا problem ایک یہ ہے کہ موجودہ پی ایم package میں بھی مجھے شیئر کم ملا اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے ایم این اے پیپلز پارٹی سے ہیں۔ میری گزارش ہوگی کہ روڈز کے حوالے سے مجھے مناسب شیئر دیا جائے۔

جناب سپیکر! اب میں پینے کے صاف پانی کے حوالے سے بات کروں گا۔ میرے حلقہ انتخاب کا 80 فیصد پانی کڑوا ہے۔ فلٹر پلانٹ کا وعدہ کیا گیا تھا کہ فروری میں فلٹر پلانٹس شروع ہو جائیں گے لیکن

وہ شروع نہیں ہو سکے۔ میری گزارش ہو گی کہ جیسے ہی سارا سسٹم ٹھیک ہوتا ہے تو فلٹر پلانٹس دیئے جائیں اور ان ایریا میں پینے کا صاف پانی دیا جائے۔ میں لیاقت پور ہیڈ کوارٹر سے ایم پی اے ہوں اور میری اگلی گزارش ہے کہ لیاقت پور سے 100 کلو میٹر کے فاصلے پر بہاولپور اور 100 کلو میٹر کے فاصلے پر رحیم یار خان ہے۔

جناب سپیکر! میری گزارش ہو گی کہ میں پچھلے تین بجٹ اجلاس میں request کر چکا ہوں کہ لیاقت پور کو ضلع کا درجہ دیا جائے کیونکہ یہ وقت کی ضرورت بھی ہے۔ تحصیل لیاقت پور رقبے کے لحاظ سے سب سے بڑی تحصیل ہے۔ میری اگلی گزارش ہے کہ گورنمنٹ ڈگری کالج لیاقت پور کو پوسٹ گریجویٹ کا درجہ دیا گیا ہے اس کے لئے Hall multi-purpose کا estimate بن چکا ہے لہٰذا اس کو اس دفعہ اے ڈی پی میں شامل کیا جائے۔ اسی طرح سٹیڈیم لیاقت پور کا estimate آ چکا ہے جو کہ مرمت کے حوالے سے ہے اس کو بھی اے ڈی پی کا حصہ بنایا جائے۔ لیاقت پور میونسپل کمیٹی وہ کمیٹی ہے جو ضلع ہیڈ کوارٹر کی چار کمیٹیاں میں سے ایک ہیں۔ باقی میونسپل کمیٹیوں کے فنڈز کو بڑھایا گیا ہے لیکن لیاقت پور کمیٹی کا بجٹ کم کر دیا گیا ہے۔ میں چاہوں گا کہ نہ صرف جو بجٹ کم کیا گیا ہے اس کو پورا کیا جائے بلکہ اس کو زیادہ کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ

میاں محمد اسلام اسلم: جناب سپیکر! میری آخری گزارش ہے۔ ہم کم ہی بولتے ہیں مہربانی کر کے ذرا موقع دیا جائے۔ میں لینڈ ریکارڈ کے حوالے سے تھوڑی سی گزارش کروں گا کہ وزیر اعلیٰ نے لینڈ ریکارڈ کے سنٹر قائم کئے ہیں اور یہ بہت اچھا فیصلہ تھا لیکن اگر پہلے پٹواری رشوت لیتے تھے تو چائے پانی بھی پلاتے تھے اور لسی بھی پلاتے تھے۔ اب لینڈ ریکارڈ کے عملے کا حال یہ ہے کہ وہ آنکھیں بھی دکھاتے ہیں اور رشوت کا بازار بھی اسی طرح گرم ہے۔ ان پر کوئی چیک اینڈ بیلنس کا سسٹم قائم کیا جائے جو پنجاب میں ہماری اتھارٹی بنی ہے وہ اس کو چیک کرے اور جو اس طرح کے عناصر ہیں ان کا قلع قمع کرے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ جناب محمد شعیب صدیقی!

جناب محمد شعیب صدیقی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ایاک نعبد وایاک نستعین۔ جناب سپیکر! اس سیشن کا یہ آخری پری بجٹ ہے جس میں ہم لوگ آپ کو پوائنٹس دے رہے ہیں۔ پچھلی دفعہ بھی پری بجٹ کے اوپر آپ نے تجاویز مانگیں اور ہم نے آپ کو تجاویز دیں لیکن نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ ہماری ایک بھی تجویز کو بجٹ کے اندر incorporate نہیں کیا گیا۔ پانچ سالوں میں مجھے آج تک اس پری بجٹ

سیمینار کی اہمیت سمجھ نہیں آئی کہ آپ پری بجٹ speeches کرواتے ہیں، سیشن رکھتے ہیں، عوام کا کروڑوں روپیہ استعمال ہوتا ہے اور پھر وہ speeches یا ہماری جو تجاویز ہیں وہ لینے کے بعد بجٹ کے اندر کیوں نہیں لائی جاتی ہیں؟

جناب سپیکر! سات دفعہ مسلم لیگ (ن) نے گورنمنٹ بنائی مگر جو عوام کو deliver کرنا تھا وہ نہیں کر سکے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب محمد شعیب صدیقی! بات یہ ہے کہ میں ایک clarity کرنا چاہتا ہوں۔۔۔

جناب محمد شعیب صدیقی: جناب سپیکر! آپ پچھلی ریکارڈنگ نکال لیں، ابھی میں یہ تجاویز آپ کو بھی دوں گا، پارلیمانی سیکرٹری صاحب بیٹھے ہیں ان کو بھی دوں گا اور دو مہینے کے بعد بجٹ آ جائے گا ہم اپنی کتابوں کے اندر ان کو دیکھ لیں گے کہ آپ نے ہماری کتنی تجاویز شامل کی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، نہیں۔ میں ایک بات آپ کو clear کرنا چاہتا ہوں کہ پری بجٹ discussion کا مقصد حلقے کے حوالے سے جو مسائل ہیں وہ تو ایک side پر ہیں، یہ حلقے کے حوالے سے شاید اس کو focus نہ کیا جائے، overall اس کا یہ دیکھا جاتا ہے کہ کون سے سیکٹر میں کتنی ضرورت ہے، ایجوکیشن، ہیلتھ کے حوالے سے آپ دیکھیں کہ اس طرح سے یہ بجٹ بنایا جاتا ہے۔۔۔

جناب محمد شعیب صدیقی: جناب سپیکر! ہمیں حلقہ کے لوگوں نے منتخب کر کے بھیجا ہے، اگر ان کے مسائل کی بات نہیں یہاں پر ہونی اور آپ کہہ رہے ہیں کہ حلقہ کی تجاویز incorporate نہیں ہونی تو ہم نے یہاں پر کیا کرنا ہے۔ باقی تو پھر پانامہ تو چل ہی رہا ہے۔ کرپشن کے کیسز آپ کے چل ہی رہے ہیں۔ یہاں پر ہم نے تو حلقہ کی تجاویز ہی دینی ہیں۔ آپ کہہ رہے ہیں کہ حلقہ کی تجاویز incorporate نہیں ہوں گی تو پھر کیا ہو گا؟ لوگوں نے ہمیں کیوں منتخب کر کے یہاں بھیجا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میری بات سنیں۔ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ آپ کے حلقہ میں بچے سکول میں نہیں جاتے ہیں، وہاں پر کالج نہیں ہے، وہاں پر کوئی ہسپتال نہیں ہے؟

جناب محمد شعیب صدیقی: جناب سپیکر! میں جھوٹ بول رہا ہوں؟ (قطع کلامیاں)

محترمہ فرزانہ بٹ: جناب سپیکر! میں اس حلقہ سے ہوں۔ یہ غلط بول رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں، آپ بات کریں۔ محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔

جناب محمد شعیب صدیقی: جناب سپیکر! یہ اب حوصلہ رکھیں، یہ سنتی نہیں ہیں، ہم ان کی سنتے ہیں، اب یہ ہماری بھی سنیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں سن رہا ہوں۔

محترمہ فرزانہ بٹ: جناب سپیکر! یہ غلط بول رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ نہیں۔ جی، جناب محمد شعیب صدیقی!

جناب محمد شعیب صدیقی: جناب سپیکر! آپ نے کہا ہے کہ کیا میرے حلقہ میں کوئی بوائز ڈگری یا انٹر کالج نہیں ہے؟ گراؤنڈ وہاں پر موجود ہے، جگہ وہاں پر موجود ہے، تجاویز دی گئی ہیں مگر ان پر عملدرآمد نہیں ہوا۔ میں نے اس floor پر دس ہزار دفعہ بولا ہے کہ میاں میر ہسپتال جو 2002 سے 2007 والی اسمبلی میں ہم نے بنایا، 50 ملین لاگت تھی اس پر عمل ہوا، نہ ایمرجنسی ہے، نہ وہاں پر کوئی آؤٹ ڈور ہے، نہ وہاں پر مریضوں کو کوئی ٹیسٹ دینے کی سہولت ہے، اس کو کیوں نہیں بنایا جا رہا؟ صرف اس وجہ سے نہیں بنایا جا رہا کہ وہاں پر تختی چونکہ ہماری لگی ہوئی ہے، ویٹ مین روڈ جمیلہ باغ 10 ایکڑ اراضی کے اوپر پارک بنانا ہے، اس کا سیوریج ڈلنا تھا وہ ڈل چکا ہوا ہے link نہیں کیا جا رہا، پارک نہیں بنایا جا رہا اور وہاں پر کوڑے کے ڈھیر لگا دیئے گئے ہیں۔ اب یہ اگر کام نہیں ہونے تو آپ مجھے بتائیں کہ کب وہاں پر کام ہوں گے؟ وہاں پر سیوریج اور پانی کی یہ صورتحال ہے کہ گندا پانی آ رہا ہے، آرسینک والا پانی آ رہا ہے، کہاں گیا آپ کا سیف سٹی پراجیکٹ، کہاں گیا آپ کا صاف پانی پینے کا پراجیکٹ؟ حلقہ کے لوگ ہم سے پوچھتے ہیں، ہمیں آ کر کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو اسمبلی کے اندر بھیجا ہے آپ نے ہماری سکیموں کے اوپر کیا عملدرآمد کیا ہے؟ میں انہیں جا کر کیا جواب دوں گا؟ میرا حلقہ وہ ہے کہ جہاں سے سپیکر دس سال سے بیٹھا ہوا ہے، جہاں پر لارڈ میئر ہے، جہاں پر ڈپٹی لارڈ میئر ہے، اس وقت حلقہ کی یہ صورتحال ہے۔ آپ ایک کمیٹی بنائیں جو جا کر حلقہ کی صورتحال دیکھے کہ وہاں پر انسان غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کر رہا ہے۔ وہاں پر گندگی کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! اگر عوام کے ووٹوں سے منتخب ہو کر آئیں، رات کے اندھیرے میں نہ جیتیں تو انہیں خیال بھی ہو کہ ہم نے عوام کے مسائل کو کیسے حل کرنا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، یہ کوئی بات نہیں ہے۔

محترمہ فرزانہ بٹ: جناب سپیکر! آپ پیسے دے کر کیوں منتخب ہو رہے ہیں؟۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! تشریف رکھیں، مہربانی کریں۔

جناب محمد شعیب صدیقی: جناب سپیکر! میرے حلقہ کے اندر کچی آبادیاں ہیں، 1985 میں پالیسی بنی، 1992 میں اس پر عملدرآمد ہوا، ہمارے دور حکومت میں رجسٹری کا 72 روپے مرلہ ریٹ تھا اور آج تین سے پانچ لاکھ روپیہ مرلہ ریٹ کر دیا گیا ہے۔ کیا جو دو مرلہ کے گھر کے اندر رہتا ہے وہ وہاں پر اس کی رجسٹری کرانے کے لئے تین سے پانچ لاکھ روپیہ دے سکتا ہے؟ یہ ان غریبوں کے لئے ظلم ہے، خدارا جو باقی کچی آبادیاں ہیں، جن کے سروے ہو چکے ہیں ان کے مالکانہ حقوق دیں اور جو رجسٹری پر 72 روپے مرلہ ریٹ تھا وہ اسی پر کریں۔ اس کے بعد اورنج لائن ٹرین پر آپ نے لاہور کے لئے ایک ڈی سی ریٹ مقرر کیا ہے تو کپور تھلہ ہاؤس میں 25 لاکھ روپے مرلہ دے رہے ہیں اور جب میرے حلقہ کی باری آتی ہے تو وہاں پر آپ 10 لاکھ روپے مرلہ دے رہے ہیں، جس کی 60 فٹ جگہ ہے اسے بھی 10 لاکھ روپے دے رہے ہیں، جس کی تین مرلہ جگہ ہے آپ اسے بھی 10 لاکھ روپے دے رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے Express Elevated High Way شروع کر دی ہے، سارا شادمان ٹوٹ رہا ہے، ساری کچی آبادیاں گر رہی ہیں اور جو رجسٹری 15 لاکھ روپے میں کرا رہے ہیں آپ انہیں 7 لاکھ روپے مرلہ کے اندر دے رہے ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ شعیب صدیقی صاحب! بہت شکریہ

جناب محمد شعیب صدیقی: جناب سپیکر! آخر میں، میں اپنے ان اشعار سے اختتام کروں گا کہ:

ملت کے دکھوں کا جو مداوا نہیں کرتے
کرسی کے لئے وہ کام کیا کیا نہیں کرتے
میدان الیکشن میں گئے ہار تو غم کیا
جو مرد ہیں ہمت وہ کبھی ہارا نہیں کرتے
گو ملک کو داؤ پہ لگا دیتے ہیں لیکن
سر جھکا کر کبھی سیٹ کا سودا نہیں کرتے

(قطع کلامیاں)

MR DEPUTY SPEAKER: No. No. No.

جناب محمد شعیب صدیقی: جناب سپیکر!

کچھ لوگوں کی فطرت میں ہے ڈھٹائی
وہ ذلت و رسوائی کی پرواہ نہیں کرتے
اللہ اٹھائے تو اٹھائے الگ بات
بندوں کے اٹھانے سے تو اٹھا نہیں کرتے
سرکار کو درکار ہے قومی خزانہ
سرکار اپنی جیب سے خرچہ نہیں کرتے
جو لوگ ہیں عیار ضرورت سے زیادہ
جو رقم کو اس ملک میں رکھا نہیں کرتے
یہ اہل سیاست کی روایت ہے پرانی
دعویٰ جو کیا کرتے ہیں پورا نہیں کرتے
بہت شکریہ

محترمہ فرزانہ بٹ: جناب سپیکر! آپ یہ سارا جھوٹ بول رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔ بات یہ ہے، میاں اسلم صاحب! مجھے ویسے حیرانی بھی ہوتی ہے اور افسوس بھی ہوتا ہے کہ لاہور کے اندر بیٹھ کر شعیب صدیقی صاحب! اپوزیشن تنقید تو ضرور کرتی ہے، یہاں پر اللہ نہ کرے کہ کسی کو تکلیف ہو تو دو منٹ کے اندر اندر سروسز ہسپتال پہنچ جاتے ہیں، دل کی تکلیف ہو تو پی آئی سی میں جا کر، دیکھیں میرا پرسوں وہاں جانے کا وزٹ ہوا ہے، مطلب اس طرح تو نہ کریں۔

معزز ممبران حزب اختلاف: جناب سپیکر! آپ گورنمنٹ کو defend کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں کسی گورنمنٹ کو defend نہیں کر رہا، میں defend نہیں کر رہا، میری بات سنیں، میں گورنمنٹ کو defend نہیں کر رہا لیکن جو facilities آپ لوگوں کو میسر ہیں کم از کم آپ لوگ اس کا شکریہ ضرور ادا کیا کریں۔

جناب محمد وحید گل: جناب محمد شعیب صدیقی! کیا30 ہزار روپیہ مرلہ ہربنس پورہ جگہ کی قیمت کا چودھری پرویزالہیٰ نے تعین نہیں کیا؟۔۔۔

جناب محمد شعیب صدیقی: جناب سپیکر! آپ سپیکر صاحب سے کہیں کہ حلقے کی ایک کمیٹی بنائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، سردار خالد محمود وارن! No. No cross talk. وحید گل صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں)

No. cross talk. جی، وارن صاحب!۔۔۔ ویسے لاہور کے لوگوں کو گلہ نہیں کرنا چاہئے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! یہ آپ کو پتا نہیں کہ لاہور کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لاہور کے ایم پی ایز اور ایم این ایز کو گلہ نہیں کرنا چاہئے۔ جی، فرمائیں!

سردار خالد محمود وارن: جناب سپیکر! شکریہ۔ آپ نے ٹائم دیا۔ مجھے اجازت دی جائے کہ میں اپنی مادری زبان سرائیکی میں بات کر سکوں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! دیکھیں، ایوان جو ہے وہ آپ نے لے کر چلنا ہے۔ میری یہاں پر ایک humble request ہے کہ میری بہن نے اگر تقریر کرنی ہے تو ان سے تقریر کروالیں، انہیں ٹائم دے دیں تاکہ یہ نہ ہو کہ اگر ادھر سے کوئی بول رہا ہو تو ادھر سے بھی بولا جائے، غلط روایات نہ ہوں۔ آپ انہیں منع کریں کہ یہ درمیان میں نہ بولیں، آپ کا حق ہے، آپ ہمیں حکم دیں بھئی یہ کرلو۔

محترمہ فرزانہ بٹ: آپ کو کیا problem ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! یہ اتنی دفعہ بولی ہیں۔ اگر یہ بولتی رہیں گی تو پھر ہم بات کیا کریں گے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میاں صاحب! اب نہیں بولیں گی۔ محترمہ! No cross talk. یہ میں آپ کو آخری دفعہ کہہ رہا ہوں۔

محترمہ فرزانہ بٹ: جناب سپیکر! میں تو بولوں گی۔

سردار خالد محمود وارن: سپیکر صاحب! شکریہ مے کوں اجازت دتی اے تساں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اردو میں بات کریں۔ آپ کی اردو بہت اچھی ہے۔ (قطع کلامیاں)

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! دیکھیں، میری بہن پھر کھڑے ہو کر کہہ رہی ہے کہ میں بولوں گی۔

محترمہ فرزانہ بٹ: جناب سپیکر! میں غلط بات پر بولوں گی۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! یہ دیکھیں، اب آپ خود بہتر سمجھتے ہیں، میں کوئی لفظ نہیں کہوں گا۔ آپ بہتر سمجھتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! میں سمجھتا ہوں۔ وارن صاحب!۔۔۔ وارن صاحب!۔۔۔

محترمہ فرزانہ بٹ: آپ کو تمیز ہے کہ سپیکر صاحب سے کیسے بولنا ہے؟

MR DEPUTY SPEAKER: No. No…

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ بات انہیں کرنی چاہئے تھی، آپ سمجھتے ہیں کہ یہ بات کرنی چاہئے؟ اچھا اب آپ condemn نہیں کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ سینئر آدمی ہیں۔ آپ سینئر ہیں، سینئر پارلیمنٹیرین ہیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! یہ عورت ہونے کا اس طرح فائدہ نہ اٹھائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اب تشریف رکھیں۔ میں نے میرے خیال میں۔۔۔

میاں محمد اسلم اقبال: پلیز، decorum خراب نہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں ہوگا، نہیں ہوگا۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! اگر ہم احترام کر رہے ہیں ناں تو اس کو کمزوری نہ سمجھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کا احترام کرتا ہوں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! اسے تہذیب کا حصہ سمجھیں کہ ہم تہذیب کو follow کر رہے ہیں۔

محترمہ فرزانہ بٹ: جناب سپیکر! وہ تو ہمیں نظر آ رہا ہے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! یہ دیکھ لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے آپ کے لئے کہہ دیا ہے کہ آپ سینئر پارلیمنٹیرین ہیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! اگر آپ اپنے اختیارات نہیں استعمال کریں گے تو پھر مسائل پیدا ہوں گے۔

محترمہ فرزانہ بٹ: جناب سپیکر! ہمیں آپ کی تہذیب نظر آ رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ!۔۔۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! پھر discussion کا کوئی فائدہ نہیں، پھر اگلا جو عمل ہم نے کرنا ہے وہ کر کے ہم چلے جاتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! اب اگر آپ نے بات کی تو پھر شاید ادھر ہی بیٹھے میں کوئی نہ کوئی فیصلہ سنا دوں۔ محترمہ! پلیز

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! پھر discussion کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ پھر ہم نے جو اگلا عمل کرنا ہے وہ کر کے چلے جانا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! اگر اب آپ نے بات کی تو پھر شاید میں ادھر ہی بیٹھے آپ کے خلاف کوئی نہ کوئی کارروائی کروں گا۔ جی، وارن صاحب!

سردار خالد محمود وارن: جناب سپیکر! شکریہ۔ آپ نے مجھے پری بجٹ پر بولنے کی اجازت دی میرے حلقے اور میرے ضلع بہاولپور کے کچھ مسائل ہیں جو میں آپ کے توسط سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ضلع بہاولپور میں ہمارا سب سے بڑا مسئلہ نہری پانی کا ہے، کسان کو نہری پانی کی اشد ضرورت ہے چونکہ میرے علاقے کی آبادی زراعت پر مبنی ہے جو پاکستان کی ریڑھ کی ہڈی ہے اور ہمارے علاقے میں نیچے کا پانی بھی کڑوا ہے۔

جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ اس بجٹ میں ایسی تجویز بنائی جائے کہ ہمارے چولستان کو پانی کی فراہمی یقینی بنائی جائے تاکہ لاکھوں ایکڑ زمین آباد ہو سکے اور ملکی معیشت میں بھی فائدہ ہو سکے۔ اسی طرح نہریں پختہ کرنے کے لئے ہماری گورنمنٹ نے جو منصوبے بنائے ہیں انہی منصوبوں کے تحت میرے علاقے میں خیر مائنر، ایمن مائنر، لال مائنر اور غوث مائنر ہے انہیں اس بجٹ میں پختہ کر دیا جائے تو آپ کی بڑی مہربانی ہو گی۔ میرے علاقے میں کئی ایسی یونین کونسلیں ہیں جہاں ہائی سکول نہیں ہیں۔ ہماری ایک یونین کونسل مانگل میں عالی وان سکول کو اپ گریڈ کر کے ہائی سکول کا درجہ دیا جائے۔ مڈل سکول ایمن پور تیا کو اپ گریڈ کر کے ہائی سکول بنا کر لڑکیوں کے لئے تعلیم مہیا کی جائے کیونکہ میرے بھائی

جو لاہور کی کارگزاری بتا رہے تھے ہمارے علاقے میں سکولز، کالجز اور ہسپتال کم ہیں لہٰذا گزارش ہے کہ یہ تو دو منٹ میں ہسپتال میں پہنچ جاتے ہیں لیکن ہمارے علاقے کے لوگ اس سہولت سے محروم ہیں۔ میرے حلقے میں ایک ہسپتال ہے اسے اپ گریڈ کر کے RHC کا درجہ دیا جائے جس سے غریب آدمی کو صحت کے حوالے سے جلدی فائدہ پہنچے گا۔

جناب سپیکر! میرے حلقے میں سڑکیں بہت کم ہیں وہاں پر زیادہ تر لوگ زراعت پیشہ ہیں اور منڈی تک جانے کے لئے مسائل کا شکار ہیں لہٰذا جس طرح وزیر اعلیٰ نے بہت سڑکیں دی ہیں۔ اسی طرح میرے حلقے میں ایک سڑک ٹھاٹھ وارن سے مبارک کوٹ حسینی چوک تک جاتی ہے اگر اسے ڈبل بنا دیا جائے تو بہاولپور جانے کے لئے ہیڈ پنجند مظفر گڑھ سے نیا روٹ بن جائے گا اور وہ موٹروے کو بھی cross کرتی ہے، اس طرح مظفر گڑھ اور بہاولپور والوں کو فائدہ ہو جائے گا۔

جناب سپیکر! میرے حلقے میں ایک سڑک بستی وارن سے کوٹلہ موسیٰ خان کی لمبائی 8 کلو میٹر ہے یہ دونوں سڑکوں کے ملاپ کے لئے بہت ضروری ہے۔ ایک سڑک عالی وارن سے لے کر پپلی راجن تک ہے اس کا فاصلہ ساڑھے پانچ کلو میٹر ہے پپلی کی طرف روڈ ہے اور عالی وارن کی طرف بھی روڈ ہے اگر یہ ملا دی جائے تو یہ رابطہ سڑک لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرے گی۔ ایک سڑک بستی قربان شاہ سے خرم پور روڈ تک ہے یہ بھی درمیان کی سڑک ہے ادھر خرم پور میں روڈ موجود ہے جو احمد پور شرقیہ کی طرف جا رہی اور ادھر کوٹلہ موسیٰ خان سے قربان بخت کی طرف جو روڈ آ رہی ہے اس سڑک کا فاصلہ ساڑھے چھ کلو میٹر ہے اگر یہ بنا دی جائے تو احمد پور کے لئے لوگوں کو فاصلہ کم پڑ جائے گا۔ ایک سڑک محمود سید اڈا سے لے کر بستی ایوب عاربی لمبردار تک ہے اس کی لمبائی ساڑھے چار کلو میٹر ہے اگر یہ بنا دی جائے تو ان لوگوں کے مسائل بھی کم ہو جائیں گے۔ ہماری ایک سڑک موضع ماڑی پیرواں سے لے کر موضع دائم والی روڈ کو آپس میں ملا دیا جائے تو دو یونین کونسلوں کا آپس میں زیادہ رابطہ ہو جائے گا اس طرح ہمارے علاقے کے مسائل کم ہوں گے اور ہماری حکومت کی نیک نامی ہو گی اور علاقے کے لوگ ہماری حکومت کو دعائیں دیں گے۔

جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، محترمہ فائزہ مشتاق!

محترمہ فائزہ مشتاق: جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے پری بجٹ بحث میں حصہ لینے کا موقع دیا۔ میں آج ایک ignored sector کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہوں، ہماری حکومت کو سوچنا چاہئے کہ ہم Export oriented industrial sector growth based on our comparative and competitive strength کیسے کریں۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ دنیا بہت تیزی سے change ہو رہی ہے بے شک ہماری traditional انڈسٹریز جیسا کہ agriculture ہماری manufacturing ہماری انڈسٹری کی backbone ہے but our economy is in transition ہمیں ان انڈسٹریز کو develop کرنے کے لئے globally سوچنا ہے اور جامع analysis اور research کرنے کی بھی ضرورت ہے کہ دنیا میں کون سی انڈسٹری نئی اور demand میں ہے۔ اس طرح کی ایک انڈسٹری جو بہت in اور demand میں ہے اس کا نام Biofuture ہے۔ According to World Economic Forum Report Biomass کو Chemical Energy and fuels میں convert کرنے والی انڈسٹری کی 2020 تک value 230 بلین ڈالرز ہو جائے گی۔ اگر پنجاب میں اس طرح کی انڈسٹریز develop کی جائیں تو نہ صرف future economic development کو support کریں گی، نئی انوسٹمنٹ لے کر آئیں گی، نئے income score بڑھائیں گی بلکہ سب سے بڑھ کر higher value added jobs بھی مارکیٹ میں لے کر آئیں گی۔ میری تجویز کا مقصد بھی یہ ہے کہ یہ ہمارے وزیراعلیٰ کے وژن کو match بھی کرتی ہیں چونکہ موجودہ حکومت وزیراعلیٰ کے زیر سایہ Punjab economy grow کر کے knowledge based jobs اور economic growth کو بڑھا رہی ہے جو کہ Punjab Growth Strategy 2018 کا ثبوت ہے اور directly پاکستان کے وژن 2025 سے link ہے اور حکومت پنجاب کا بھی یہی وژن ہے تاکہ poverty کو کم کیا جا سکے۔

جناب سپیکر! میں دوسری یہ تجویز دینا چاہتی ہوں کہ میرے شہر منڈی بہاؤالدین میں ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال پچھلے تقریباً آٹھ دس سال سے زیر تعمیر ہے ہر سال بجٹ میں ایک دو کروڑ روپے دے دیئے جاتے ہیں جو اونٹ کے منہ میں زیرہ کے برابر ہے جس سے کچھ بھی نہیں بنتا۔ وہ ہسپتال incomplete حالت میں کھڑا ہے اور جرائم پیشہ افراد کی آماجگاہ بن چکا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ request کرنا چاہتی ہوں کہ اس بجٹ میں اس ہسپتال کے لئے satisfactory amount رکھی جائے تاکہ یہ ہسپتال جلدی مکمل ہو کر working condition میں آ سکے۔ ایک آخری چھوٹی سی بات کہ منڈی بہاؤالدین میں ایک چلڈرن ہسپتال ہے جو پورے پنجاب میں تیسرے نمبر پر ہے چلڈرن ہسپتال لاہور، ملتان اور منڈی بہاؤالدین میں ہے۔ جب سے یہ ہسپتال بنا ہے اس میں بہت شدید missing facilities ہیں۔ اس میں نہ سٹاف پورا ہے، نہ ڈاکٹرز ہیں حتیٰ کہ technical equipments بھی بہت کم تعداد میں موجود ہیں لہٰذا میری استدعا ہے کہ اس بجٹ میں اس ہسپتال میں missing facilities کو پورا کیا جائے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی، جناب محمد عارف عباسی!

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ میرے خیال میں یہ آخری پری بجٹ ہے جس کی ہم تجاویز دے رہے ہیں unfortunately دو بجٹ پہلے تو اس کا رواج ہی نہیں تھا اور ہماری کسی تجویز کو اس قابل نہیں سمجھا گیا کہ اس کو بجٹ تجاویز میں شامل کر کے ہمارے علاقوں کے مسائل کے حل کی طرف کوئی اقدام کیا جاتا۔ حکومت کی طرف سے پورا ضلع راولپنڈی پچھلے چار سال سے بڑی لاپرواہی کا شکار ہے سوائے میٹرو جس میں ان کا کمیشن تھا یا ان کے اپنے کچھ اور مفادات تھے وہ تو انہوں نے 60، 70۔ارب روپیہ لگا کر بنا دی جس کا خمیازہ ہم کئی لاکھ روپیہ روزانہ سبسڈی دے کر بھگت رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میرے ضلع کے ترقیاتی بجٹ میٹرو کھا رہی ہے اور مجھے نہیں پتا کہ کب تک کھاتی رہے گی؟ اس کا 20 روپے کا ٹکٹ ہے اور تیس روپے گورنمنٹ کی طرف سے اسے pay کئے جاتے ہیں یہ میرے ضلع کے لوگوں کا حق ہے جو میٹرو کھا رہی ہے۔ اس کی وجہ سے راولپنڈی کے بہت سارے معاملات خراب ہوئے ہیں۔ اس وقت راولپنڈی میں سب سے بڑا مسئلہ ٹریفک کا ہے، ہمارے پاس ایک مری روڈ تھا جس پر میٹرو بنا کر اسے مزید تنگ کر دیا گیا ہے۔ اس وقت اگر آپ نے peak hours میں فیض آباد سے مریڑ چوک آنا ہو تو آپ کو کم از کم تین گھنٹے چاہئیں۔ 70۔ارب روپیہ لگانے کے بعد پھر 23 لاکھ روپیہ روز کا دینے کے بعد۔۔۔ (مداخلت)

MR DEPUTY SPEAKER: No. No. Please no cross talk. Abbasi Sb!

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی دو دفعہ request کی تھی کہ سرکلر روڈ کو مکمل کیا جائے جو کہ بہت پرانا منصوبہ ہے اور اس کی وجہ سے راولپنڈی شہر کے ٹریفک کے مسائل کافی حد تک حل ہو جائیں گے۔ یہ بڑا ضروری منصوبہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: عباسی صاحب! آپ خود سوچیں کہ میٹرو بننے کے باوجود بقول آپ کے تین گھنٹے ٹریفک بلاک رہتی ہے اور اگر میٹرو نہ بنتی تو پھر کیا حالت ہوتی؟

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! میٹرو بننے سے ٹریفک کے مسائل بڑھے ہیں کیونکہ اس کی وجہ سے سڑک تنگ ہو گئی ہے۔ میں تو سرکلر روڈ کی بات کر رہا ہوں۔ یہ ایک بہت پرانا منصوبہ ہے۔ اس وقت پشاور، مانسہرہ، ایبٹ آباد، ہری پور اور ناردرن ایریاز کی طرف جانے والی ساری ٹریفک راولپنڈی شہر کے اندر سے گزرتی ہے جس کی وجہ سے ایکسپریس وے، راول روڈ اور ائیرپورٹ روڈ پر ٹریفک کا load بڑھ جاتا ہے اور مقامی لوگوں کو دشواری ہوتی ہے۔ سرکلر روڈ بننے کی وجہ سے ہیوی اور دوسرے شہروں کی ٹریفک راولپنڈی شہر کے باہر سے گزرے گی جس سے ٹریفک کا load کم ہو جائے گا اور شہر کے مسائل میں بھی کمی آئے گی۔

جناب سپیکر! میں گزارش کروں گا کہ لئی ایکسپریس وے بنائی جائے۔ 2006-07 میں 12 ارب روپے کی لاگت کا یہ منصوبہ بنایا گیا تھا۔ اگر یہ لئی ایکسپریس وے بن جاتی جو کہ میٹرو کی نسبت بہت کم لاگت سے بنی تھی تو تقریباً 40 سے 50 فیصد ٹریفک شہر سے باہر نکل جاتی۔ اس منصوبے کی feasibility بن چکی ہے لیکن پچھلے سات آٹھ سالوں میں اس منصوبہ کے لئے کوئی فنڈز نہیں رکھے گئے۔

جناب سپیکر! راولپنڈی شہر میں پینے کے صاف پانی کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اس وقت پورے راولپنڈی شہر یعنی حلقہ پی پی۔11، 12، 13 اور 14 میں تقریباً 128 کے قریب فلٹر پلانٹس لگے ہوئے ہیں۔ میں on record اور انتہائی ایمانداری سے کہہ رہا ہوں کہ تمام فلٹر پلانٹس سے جو پانی مل رہا ہے وہ پینے کے قابل نہیں ہے اور وہ حفظان صحت کے اصولوں پر پورا نہیں اترتا۔ میری مائیں، بہنیں اور بھائی ایک ایک گھنٹہ لائن میں لگ کر پانی حاصل کرتے ہیں لیکن وہ پانی پینے کے قابل نہیں اور صرف دل کو تسلی دینے والی بات ہے۔

جناب سپیکر! میں نے کئی دفعہ اس بابت اسمبلی میں سوالات بھی دیئے ہیں۔ ان فلٹر پلانٹس کے فلٹر تبدیل کئے جاتے ہیں اور نہ ہی ان کی inspection ہوتی ہے اس لئے میری گزارش ہے کہ راولپنڈی شہر میں فلٹر پلانٹس بڑھائے جائیں اور پہلے سے لگے ہوئے فلٹر پلانٹس کا معیار حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں راولپنڈی شہر کے ہسپتالوں کے حوالے سے بات کروں گا۔ بے نظیر بھٹو ہسپتال، ہولی فیملی ہسپتال، DHQاور RHCsہسپتالوں کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہے۔ لوگ 90 فیصد tests باہر سے کروا رہے ہیں۔ ہسپتالوں کے اندر صفائی کا نظام انتہائی خراب اور ادویات میسر نہیں ہیں۔ چند منصوبوں پر اربوں روپے لگا دیئے جاتے ہیں جبکہ صحت، تعلیم، پینے کا صاف پانی اور سیوریج سسٹم جیسی بنیادی سہولتیں ناپید ہیں حالانکہ ان کو پہلی ترجیح دی جانی چاہئے۔ میں یہ کہوں گا کہ ان بنیادی سہولتوں پر مبنی منصوبوں سے فنڈز بچ جائیں تو پھر باقی ترقیاتی کام بھی کئے جائیں۔ پچھلے چار سالوں میں ان بنیادی سہولتوں کی فراہمی کی طرف بالکل توجہ نہیں دی گئی۔ راولپنڈی شہر کے ہسپتالوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی، شہریوں کو پینے کا صاف پانی مہیا کرنے کے لئے کوئی خاص انتظام نہیں کیا گیا۔ اسی طرح سیوریج سسٹم انتہائی خراب ہے۔ راولپنڈی شہر کے سکولوں کے حالات بھی بہت خراب ہیں۔ میں گزارش کروں گا کہ ان کی طرف خصوصی توجہ دی جائے۔

جناب سپیکر! وزیراعظم نے کئی مرتبہ مری جاکر وہاں پر یونیورسٹی اور ہسپتال بنانے کا اعلان کیا لیکن اس پر کوئی عملدرآمد نہیں ہو سکا۔ اسی طرح ہماری ایک Bulk Water Supply Scheme ہے جو کہ کوہالہ سے کوٹلی ستیاں via مری آنی ہے۔ پچھلے آٹھ سالوں سے اس سکیم پر اربوں روپے خرچ ہو چکے ہیں، اس کا سامان جنگلوں اور سڑکوں پر پڑا ہوا ہے۔ یہ منصوبہ مکمل نہ ہوا تو عوام کے اربوں روپے ضائع ہو جائیں گے۔ کوٹلی ستیاں کی ہماری مائیں اور بہنیں اب بھی پانچ پانچ، دس دس کلومیٹر دُور سے پانی بھر کر لاتی ہیں۔ میں گزارش کروں گا کہ اس منصوبہ کو مکمل کرنے کے لئے خصوصی طور پر فنڈز مہیا کئے جائیں۔

جناب سپیکر! میں آخر میں شیخ رشید ہسپتال راولپنڈی کی بات کروں گا جس پر اربوں روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ یہ زچہ بچہ کے لئے پانچ سو بستروں کا ہسپتال ہے۔ میں ہر مرتبہ یہاں پر درخواست کرتا ہوں کہ اس ہسپتال کو مکمل کیا جائے۔ اس ہسپتال پر اربوں روپے خرچ ہو چکے ہیں میری گزارش ہے کہ اس کو مزید فنڈز دے کر فنکشنل کیا جائے۔ آپ بے شک جس کی مرضی تختی لگوا دیں لیکن اس ہسپتال کو مکمل کریں تاکہ ہمارے شہریوں کو اس کا فائدہ ہو سکے اور قوم کے پیسے ضائع نہ ہوں۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: اب محترمہ رُخسانہ کوکب بات کریں گی۔

محترمہ رُخسانہ کوکب: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں میاں محمد شہباز شریف کی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے ہمیں موقع دیا کہ ہم اپنی تجاویز دے سکیں۔ میرا تعلق اندرون شہر سے ہے۔ اندرون شہر میں پینے کا پانی نہایت ہی گندا ہے۔ اس علاقے میں واٹر سپلائی اور سیوریج پائپوں کا پانی mix ہو کر آتا ہے جس کی وجہ سے لوگ بیمار ہو رہے ہیں۔ اس پانی کی وجہ سے لوگ جگر اور پیٹ کی بیماریوں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ موری گیٹ میں ایک گورنمنٹ گرلز سکول ہے جو کہ بہت ہی خستہ حال ہو چکا ہے۔۔۔

(اذان ظہر)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ رُخسانہ کوکب: جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہی تھی کہ میرے حلقہ میں موری گیٹ گرلز سکول ہے جس کی حالت انتہائی خستہ ہو چکی ہے۔ یہاں پر غریب لوگوں کے بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ اس سکول کے لئے خصوصی طور پر فنڈز مختص کئے جائیں۔ اس کے علاوہ ہمارے علاقے کے قبرستان میں لائٹ سسٹم بہت خراب ہے۔ جب لوگ اپنے پیاروں کی قبروں پر جاتے ہیں تو وہاں اندھیرا ہوتا ہے لہٰذا یہاں پر لائٹ سسٹم بہتر کیا جائے۔ اسی طرح اندرون شہر میں جو پارکس موجود ہیں ان میں بھی لائٹس کا انتظام بالکل ناقص ہے تو اس کو بھی درست کیا جائے۔

جناب سپیکر! سید مٹھا ہسپتال کے لئے نرسنگ ہاسٹل کی ضرورت ہے۔ تحصیل بازار میں دو تین کنال جگہ موجود ہے جس پر نرسنگ ہاسٹل بنایا جا سکتا ہے۔ میں گزارش کروں گی کہ اس نرسنگ ہاسٹل کے لئے آئندہ بجٹ میں فنڈز مختص کئے جائیں۔ موری گیٹ میں کچھ زمین خالی پڑی ہوئی ہے میری تجویز ہے کہ اس جگہ پر بچوں کے لئے play ground بنایا جائے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: اب محترمہ ارم حسن باجوہ بات کریں گی۔

محترمہ ارم حسن باجوہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ Thank you, Mr Speaker! You give me a chance, so I can share my thoughts about development of our Province. خادم اعلیٰ پنجاب نے بڑے زبردست health initiatives لئے ہیں۔ I think, we are doing well but not perfect. We need more efforts to develop the health sector. ابھی حال ہی میں حکومت پنجاب نے موبائل ایمبولینس سروسز متعارف کروائی ہے۔ یہ بہت ہی خوش آئند اقدام ہے لیکن دیہاتوں میں ہیلتھ facilities بہت کم ہیں اور وہاں پر ابھی بہت improvement کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! میں نے last year بھی ہیلتھ facility پر بات کی تھی تو اُس پر خاطر خواہ اقدامات نہیں ہو سکے اس لئے مجھے اس پر دوبارہ بات کرنا پڑ رہی ہے۔ بہت سی خواتین کی due to anemia دورانِ زچگی death ہو جاتی ہے اور anemia غربت سے inter relate کرتی ہے تو زچگی کے دوران خواتین کو food supplement مہیا کئے جا سکیں تاکہ اُن کی خون کی کمی پوری کی جا سکے اور خواتین موت کے منہ میں جانے سے بچ سکیں۔ اگر ماں اور بچہ صحت مند ہوں گے تو صحت مند قوم پروان چڑھے گی اس لئے ہمیں خواتین کی صحت کی facilities کے لئے ہیلتھ یونٹ قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں DHQ's and THQ's کو strengthen کرنے کی ضرورت ہے۔ حکومت پنجاب ہر سال کوئی نہ کوئی سکیم introduce کراتی ہے تو میری یہ تجویز ہے کہ Green Punjab کے نام سے ایک سکیم introduce کرائی جائے تاکہ environmental pollution پر قابو پایا جا سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ دیہاتوں میں ایک سکیم متعارف کرائی جائے چونکہ وہ لوگ غربت کی وجہ سے fruits نہیں کھا سکتے تو اگر حکومتی سطح پر اُنہیں کہا جائے کہ ہر گھر میں دو سے تین پھل دار درخت موجود ہوں تو پھر وہ اس نعمت سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! حکومت پنجاب نے مختلف شعبوں میں ترقی کے بہت سے اقدامات کئے ہیں Things are going good but not perfect. بڑے بڑے پراجیکٹس سے چھوٹے چھوٹے شعبے نظر انداز ہو جاتے ہیں تو میں یہاں پر بات کروں گی اور میں نے last year بھی یہ بات کی تھی کہ ٹیکنیکل ایجوکیشن پر کام کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے کیونکہ ہمارے بچوں خاص طور پر لڑکوں کے پاس ایجوکیشن ہوتی ہے، نہ ہی skills ہوتی ہیں تو وہ بُری activities میں استعمال ہوتے ہیں تو ہمارے موجودہ سکولوں کو ہی evening or afternoon classes کے لئے utilize کیا جائے اور اُس میں اپنے بچوں کو ہنر سکھایا جائے کیونکہ ہمارے ملک میں ہنر کی بھی بہت کمی ہے تو ہم بنی بنائی چیزیں منگوا کر ہی استعمال کر رہے ہیں اور آئندہ چند سالوں میں ہمارے پاس skilled persons نہیں رہیں گے اس لئے ہمیں ٹیکنیکل ایجوکیشن پر focus کرنے کی ضرورت ہے۔ الحمد للہ ہمارے پاس پنجاب میں بہت زرخیز زمین موجود ہے لیکن ہم نے اُس سے خاطر خواہ فائدہ نہیں اُٹھایا تو چھوٹے کسانوں کو بے آباد زمینیں دے کر اُنہیں facilitate کیا جائے تاکہ بے آباد زمینوں کو آباد کیا جا سکے اور ایگریکلچر یونیورسٹی کے students کو بھی زمینیں دی جائیں تاکہ وہاں سے فارغ ہونے کے فوراً بعد اُن کے پاس earning کا source ہو، اُن کے ساتھ ہم طے کر لیں کہ وہ revenue کا 30 or 40

percent گورنمنٹ کو دیں گے اور باقی وہ اپنے پاس رکھیں گے اس سے انہیں روزگار ملے گا اور ہماری بے آباد زمینیں بھی آباد ہو سکیں گی۔

جناب سپیکر! چونکہ ہر کوئی صاف پانی کی بات کرتا ہے اور بنیادی ضروریات میں سے یہ ایک اہم ضرورت ہے اور تمام بیماریوں کی وجہ بھی صاف پانی کا نہ ہونا ہے۔ Hepatitis-C کی اہم وجہ یہی ہے کہ لوگ گندا پانی پینے پر مجبور ہیں تو حکومت پنجاب already اس پر بہت focused ہے، ہمارے وزیر اعلیٰ کا وژن بھی یہی ہے کہ ہم نے اپنے لوگوں کو صاف پانی مہیا کرنا ہے لیکن ہمیں اس پر ابھی بہت زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ محترمہ نجمہ بیگم!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جی، میاں محمد اسلم اقبال!

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! شکریہ۔ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ایاک نعبد وایاک نستعینO اللهم صل علي محمد وآله و عترته بعدد كل معلوم لك

جناب سپیکر! میں پری بجٹ سیشن کے حوالے سے چند ایک گزارشات آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گا کیونکہ وقت کی قلت ہے۔ تمام ممبران اسمبلی کو ایک paper تقسیم کیا گیا ہے جس کے اندر مشاورت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے میں اُس paper کو ابھی پڑھ رہا تھا تو اُس کو پڑھ کر حیرانی ہوئی کہ حکومت نے تعلیم اور صحت کو اپنی ترجیحات میں سب سے اوپر رکھا ہے جبکہ اس کے اُلٹ ہے اور ترجیحات میں پُلوں کو آخر میں رکھا ہے حالانکہ پُل ان کی پہلی ترجیح ہے، تعلیم اور صحت ان کی آخری ترجیح ہے اور یہ بات یہ بجٹ کہتا ہے، روزانہ کی تقریروں اور اشتہارات سے یہ ثابت ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! پہلی بات یہ ہے کہ معزز پارلیمانی سیکرٹری بیٹھے ہوئے ہیں یہ فرمائیں کہ 2016-17 والا جو بجٹ گزرا ہے اُس بجٹ کے اندر آپ کی utilization کتنے percent رہی ہے، وہ تو ہمیں بتائیں تاکہ ہمیں پتا چلے کہ آپ کی capacity کتنی ہے؟ جب میں نے فنانس ڈیپارٹمنٹ سے اس بجٹ کی utilization کا پتا کیا تو آپ کو سُن کر حیرانی ہوگی That is less than 30 percent. اور آپ کو یاد ہوگا کہ پچھلے بجٹ کی utilization 49 percent تھی۔ آپ ابھی تک 30 فیصد سے نیچے ہیں یہ ہم سے کیا تجاویز مانگ رہے ہیں جو ہم نے ان کو تجاویز دینی ہیں یہ پہلے اپنی performance ٹھیک کریں اور پہلے یہ محکموں کی capacity building کو ٹھیک کریں۔ اب یہ اُن فنڈز کی reappropriation کر رہے ہیں یعنی ایک جگہ سے فنڈز نکال کر دوسری جگہ پر ڈال رہے ہیں کہ یہ فنڈز کو گھما رہے ہیں اور فنڈز کو گھمانے کے ساتھ ساتھ جن محکموں کے لئے فنڈز رکھے گئے تھے

اُن سے نکال کر اُن غیر ضروری پراجیکٹس کے اوپر فنڈز لگا رہے ہیں جو کہ پنجاب اسمبلی کی بجائے ماڈل ٹاؤن اسمبلی کے اندر بیٹھ کر بنتے ہیں اُس ماڈل ٹاؤن اسمبلی کی directions کو follow کرتے ہوئے یہ فنڈز اُدھر بھیجے جا رہے ہیں وہ فنڈز تعلیم کے ہوں، صحت کے ہوں، امن وامان کے ہوں یا کسی دوسرے تیسرے محکمے کے ہوں اُن کی reappropriation ہوتی ہے۔

جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری خزانہ بھی PAC-2 کے ممبر ہیں ان سے پوچھیں کہ اس کے اندر حکومت کی کیا performance ہے؟ اُس کمیٹی کے اندر جب ان کے audit paras بن کر آتے ہیں اور reappropriation کے account sets کے بارے میں ان سے پوچھیں وہاں پر حکومت کا اصل چہرہ ننگا ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر! اب میں تعلیم کے حوالے سے تھوڑی سی باتیں کر لوں۔ آپ تعلیم کو اشتہارات کی نذر کر کے اُس کو promote کرنا چاہ رہے ہیں، آپ 20/20۔ارب روپے کے laptops خرید رہے ہیں جبکہ سکولوں میں بیٹھنے کے لئے فرنیچر نہیں ہے، missing facilities بے شمار ہیں۔ تھوڑی دیر پہلے آپ نے کہا کہ لاہور والے تو چُپ رہیں، لاہور والے کس بات پر چُپ رہیں؟ آپ کو پانی نہیں ملتا اور ہمیں جو پانی ملتا ہے وہ گٹر والا پانی ملتا ہے۔ پانی نہ پینا بہتر ہے بجائے اس کے کہ وہ گندا پانی پی کر سسک سسک کر مر جائیں۔ میں تعلیم کے حوالے سے ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں کہ آپ 20/20۔ارب روپے کے laptops خریدتے ہیں اور اگر آپ مجھے کرپشن کا ایک لفظ استعمال کرنے کی تھوڑی سی اجازت دیں تو جو پیسے ان 20۔ارب روپے کے laptops سے ملتے ہیں وہ پیسے کسی تعلیمی ادارے کی چاردیواری میں نہیں ملتے کیونکہ چاردیواری میں اُن سیکرٹریوں کے نیچے جو XEN, SDO, PD,Overseer and Draftsman ہوتے ہیں وہاں ایک فائل کا ریٹ چلتا ہے وہ اُن کو ملتے ہیں اور کسی کو نہیں ملتے۔ اس ملک کے اندر تعلیم ضروری ہے یا laptops ضروری ہیں؟ حکومت کوئی کالج نہیں بنا سکی اور حکومت نے پرائیویٹ اداروں کو کھلی چُھٹی دے دی۔ حکومت کو چاہئے تھا کہ نئے کالج بناتی، غریب لوگوں کا درد بانٹتے تاکہ اُن کے بچے سکولوں کے بعد کالجوں میں داخلہ لے سکتے۔

جناب سپیکر! اگر میں صحت کے حوالے سے بات کروں تو ہسپتال میں beds نہیں ملتے یہاں تک کہ ہسپتالوں میں ventilators نہیں ملتے۔ ایک دفعہ منسٹر صاحب سے میری بات ہوئی میں نے کہا کہ ایک جوان بچہ ہے اُس کو ventilator نہیں مل رہا تو آگے سے مجھے منسٹر صاحب کہتے ہیں کہ نہیں ہے یار، میں کیا کروں؟ وہ جوان بچہ بے چارہ ventilator نہ ملنے کی وجہ سے فوت ہو گیا۔ آپ ان

ہسپتالوں کی حالت زار تو جا کر دیکھیں؟ Punjab Institute of Cardiology میں جو نئی ایمرجنسی بنی ہے وہ حکومت نے نہیں بنائی، وہ ایمرجنسی مخیّر حضرات کے پیسے سے بنی ہے۔ زکوٰۃ، صدقات اور فطرانے کے پیسے سے وہ ایمرجنسی بنی ہے اور اُس کے سامنے جو سڑک ہے جس کو ہم جیل روڈ کہتے ہیں اُس بنی ہوئی سڑک کے اوپر ایک اور سڑک بنا دی گئی ہے اور اُس کے اوپر 15/20۔ارب روپیہ لگا دیا گیا ہے حالانکہ وہ بنی ہوئی سڑک تھی تو وہ سڑک پی آئی سی ایمرجنسی کو منہ چڑا کر کہہ رہی تھی کہ میری شان دیکھو کہ میرے اوپر پیسے خرچ ہو رہے ہیں۔ انسان کی سب سے زیادہ اہمیت ہوتی ہے تو حکومت اس پر ایک روپیہ خرچ کرنے کو تیار نہیں ہے۔ آپ پی آئی سی میں جا کر اُس کی ایمرجنسی کا حال دیکھیں کہ وہاں پر chairs 100/100 لگی ہوئی ہیں اور تین تین دن سے مریض اُن chairs کے اوپر بیٹھے ہوئے ہیں یہ criminal act ہے کہ آپ نے دل کے مریض کو ایمرجنسی میں chair کے اوپر بٹھایا ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! میرا کل وہاں پر جانا ہوا ہے وہاں حالت تو بہت اچھی ہے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! ٹھیک ہو گیا ہے۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو ہم دونوں بھائی ایک کام کرتے ہیں اور دونوں چلتے ہیں یہاں سے اور بھی منسٹر ساتھ لے لیتے ہیں چُپ کر کے ایمرجنسی میں جاتے ہیں۔ اگر میں جو بات کہہ رہا ہوں کہ وہاں پر سو سو chairs لگی ہوئی ہیں اور بوڑھے بندے جو پچاس، ساٹھ، ستر اور اسی سال کے ہیں وہ بیٹھے ہوتے ہیں۔ انہیں drips لگی ہوئی ہیں تین تین دن نہیں ہوئے تو میں ذمہ دار ہوں۔ میں بڑے باوثوق ذرائع سے کہہ رہا ہوں۔ میں کوئی points scoring نہیں کر رہا جو reality ہے وہ آپ کے سامنے بیان کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

ڈاکٹر فرزانہ نذیر: جناب سپیکر! یہ غلط بات کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! اگر آپ نے دوبارہ interrupt کیا اور کوئی بات کی تو میں پھر آپ کے خلاف کارروائی کروں گا۔ جی، میاں صاحب!

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! یہ کل کی تصویریں ہیں کہ لوگ chairs پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ (اس مرحلہ پر معزز ممبر نے موبائل میں تصاویر دکھائیں) ہم تو آپ کو بتانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آپ کو میں نے پچھلے بجٹ میں ایک تجویز دی تھی کہ جو Teaching Hospitals ہیں ان تمام کے اندر کارڈیالوجی وارڈ کو operational کیا جائے تاکہ پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی پر دباؤ کم ہو جائے۔

یہاں یہ ہوتا ہے کہ مریض کسی ہسپتال میں جاتا ہے تو کہتا ہے کہ مجھے درد ہو رہی ہے تو وہاں سے اسے فوری طور پر پی آئی سی کی طرف refer کیا جاتا ہے تو مریض اُدھر چلا جاتا ہے۔ اگر تمام Teaching Hospitals میں کارڈیالوجی وارڈ کو operational کیا جائے گا تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔

جناب سپیکر! میں گردوں کے حوالے سے عرض کروں گا کہ۔۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سروس اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن (چودھری علی اصغر منڈا، ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! منڈا صاحب کا ٹائم بھی ویسے ختم ہو چکا ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! صوبائی اسمبلی کا حلقہ جہاں کا میں نمائندہ ہوں۔ آپ چوبرجی سے پونچھ روڈ پر داخل ہوں، وہاں جا کر دیکھ لیں کہ پچھلے تین ماہ سے sewer ٹوٹا ہوا ہے اس کی ویڈیو بھی میرے موبائل میں موجود ہے جو لوگوں نے مجھے بھیجی ہے اور میں موقع پر گیا ہوں۔ اس کو ٹھیک کرنے کی کسی کو توفیق نہیں ہے۔ سمن آباد کے اندر سڑکیں بری طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔

جناب سپیکر! میں نے پچھلی دفعہ آپ سے درخواست کی تھی منسٹر صاحب حلقہ میں تشریف لے گئے، میں نے کہا کہ انہوں نے سڑکیں ٹھیک نہیں بنائیں تو چار دن بعد پھر نئے سرے سے کام شروع کیا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ منسٹر صاحب نے میری بات کی تصدیق کی کہ میں نے ٹھیک کہا تھا۔

جناب سپیکر! میرے پورے حلقہ میں پینے کا صاف پانی میسر نہیں ہے اور سیوریج کا ملا ہوا پانی لوگ پی رہے ہیں۔ وہاں سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ میری آپ کے توسط سے صرف ایک request ہے کہ آپ نے اس حلقہ کو جتنے فنڈز دیئے ہیں ان کا آڈٹ کروالیں۔ آپ یہ دیکھیں کہ پیسے کدھر گئے ہیں، آپ صرف یہ پتا کروا دیں اور یہ آپ کروا سکتے ہیں۔ آپ کہہ سکتے ہیں میں میرٹ اور انصاف کی بات کر رہا ہوں کہ اس حلقہ کا آڈٹ تو کروائیں کہ پیسے کدھر گئے ہیں۔ یہ سمن آباد ٹاؤن ہے جو لاہور کا ایک ٹاؤن ہے جو کرپشن کا منبع ہے وہاں پر جتنے لوگوں کی enlistment ہے وہ kindly آپ نکالیں تو حیران ہو جائیں گے کہ پیسے آپ لوگ اس ٹاؤن کو دیتے ہیں تو وہ کہاں چلے جاتے ہیں یہ کسی کو پتا نہیں ہے۔ میری request ہے کہ اس کا آڈٹ کروایا جائے۔

جناب سپیکر! کوئی ایسا ہسپتال پچھلے تیس پینتیس سال میں وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم نہیں بنا سکے کہ ان کا اپنا علاج بھی پاکستان کے اس ہسپتال میں ہو جائے۔ یہ ایسا ہسپتال نہیں بنا سکے۔ یہ ہمیں

کہتے ہیں کہ ان ہسپتالوں میں جائیں اور خود باہر جا کر علاج کرواتے ہیں۔ آپ تیس سال میں ایک ہسپتال نہیں بنا سکے۔ مہربانی کر کے وہ بھی کچھ کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! بہت شکریہ

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! زچہ بچہ کے حوالے سے بھی لوگوں کو مشکلات ہیں۔ مہربانی کر کے جو Teaching Hospitals ہیں ان تمام کے اندر زچہ بچہ کے حوالے سے جو delivery cases آتے ہیں۔ وہ بے چارے لوگ پرائیویٹ ہسپتالوں میں پیسے نہیں دے سکتے تو سرکاری ہسپتالوں میں آتے ہیں۔ وہاں ان کی جو تذلیل ہو رہی ہے اس کا نوٹس بھی حکومت کو لینا چاہئے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! آپ اس میٹنگ میں نہیں تھے، قائد حزب اختلاف اور وزیر قانون اس میٹنگ میں تھے وہاں بڑی تفصیل سے بات ہوئی تھی۔ اس میں انہوں نے یہ کہا تھا کہ آپ تجویز دیں کہ ہسپتالوں میں ڈاکٹرز اور پروفیسرز صاحبان کی availability ہو جائے۔ اگر ان کو لاہور سے 20 کلومیٹر دور ٹرانسفر کر دیا جائے تو وہ اسی وقت استعفیٰ لکھ کر دے دیتے ہیں کہ ہم وہاں جانے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اب بات یہ ہے کہ عمارتیں بنا دینا گورنمنٹ کے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن اس دن میٹنگ میں یہ بات طے ہوئی تھی کہ ایک کمیٹی بنائی جائے اس میں قائد حزب اختلاف آ جائیں اور دوسرے لوگ بھی آ جائیں جو کم از کم تجاویز تو دیں کہ کس طرح پروفیسرز اور ڈاکٹروں کی ہسپتالوں میں availability کو یقینی بنایا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ جو mechanism خیبر پختونخوا میں ڈاکٹروں کے لئے اپنایا گیا ہے وہ طریق کار ہمیں بھی بتائیں۔ اگر وہاں پر کوئی اچھا کام ہو رہا ہے تو پنجاب حکومت بھی اس کو اپنانے کے لئے تیار ہے۔ میں یہ کسی پر تنقید نہیں کر رہا۔ یہ بات اس کمیٹی میں طے ہوئی تھی تو کم از کم آپ کچھ اچھی تجاویز بھی دیں کہ ان کو کس طرح وہاں بھیجا جائے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! میں نے اس حوالے سے تجاویز دی تھیں۔ خیبر پختونخوا میں 90 فیصد ہسپتالوں کے اندر تمام ڈاکٹرز موجود ہیں ان کی تنخواہ پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے ڈاکٹرز سے زیادہ ہے۔ آپ اس ماڈل کو پڑھ لیں۔ اگر پنجاب نے کوئی اچھا کام کیا ہے تو ہم اسے اپنانے کے لئے تیار ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! جو پروفیسر ڈاکٹر ہے جس نے کسی ایک چیز میں سپیشلائزیشن کی ہوئی ہے تو وہ لاہور میں پی آئی سی میں تو کام کرتا ہے۔ اس کو اگر آپ کہیں کہ راجن پور میں جا کر کام کرے تو وہ نہیں جاتے۔ جس نے ایم بی بی ایس کیا ہوا ہے وہ تو دل کا آپریشن نہیں کر سکتا اس کے لئے سپیشلسٹ چاہئیں۔ آپ ان کو وہاں بھجوانے کے لئے تجاویز دیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! تجاویز دی ہوئی ہیں۔ پچھلے بجٹ میں تجاویز دی تھیں کہ ان کو incentives دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: راجن پور کے ہسپتال میں تمام سہولیات موجود ہیں، میں کہتا ہوں کہ کوئی ایسی چیز نہیں جو لاہور میں موجود ہو اور راجن پور میں نہ ہو صرف کمی ہے تو ڈاکٹرز اور پروفیسرز کی ہے۔ اس چیز کو کس طرح manage کیا جائے اور کس طرح ڈاکٹرز کو بھیجا جائے اس پر آپ تجاویز دیں۔ گورنمنٹ نے تمام سہولیات دے دی ہیں۔ محترمہ تمکین اختر نیازی!

محترمہ تمکین اختر نیازی: جناب سپیکر! شکریہ۔ مجھے اجازت دیجئے کہ اس موضوع پر میں ایک comment کر سکوں جو آپ نے بات ختم کی ہے۔ اگر سارے ڈیپارٹمنٹس میں work ethics improve ہو جائیں تو اس قسم کا کوئی شکوہ کسی quarter سے نہیں آئے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ سب کی collective responsibility ہے۔ ہمیں بحیثیت مسلمان اپنی اپنی ذمہ داریاں پوری کرنی چاہئیں۔ ہم جب تک ان کو پورا نہیں کریں گے شاید ہم ترقی نہیں کر سکیں گے۔

محترمہ تمکین اختر نیازی: جناب سپیکر! work ethics improve کرنے کی ہر ڈیپارٹمنٹ میں کیا سارے عوام کو ضرورت ہے۔ اس میں خالی حکومت یا اپوزیشن کا مسئلہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے ایک دو تجاویز آپ کی خدمت میں پیش کروں گی کہ FAO کے مطابق پاکستان high waste water stress countries میں شامل ہوتا ہے۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ ہم اپنے کسانوں کو پانی کے استعمال کا طریقہ بتائیں اور distribution کا ایک network بنائیں جس میں پانی ضائع نہ ہو۔ ضلعی سطح پر پانی ذخیرہ کرنے کے لئے جھیلیں بنائی جائیں تاکہ پانی ضائع نہ ہو اور ڈیموں پر جو چپکلش چل رہی ہے اس پر argue کرنا بند ہونا چاہئے۔ اس کے علاوہ مقامی سطح پر عوام کو trained کرنا چاہئے کہ وہ پانی کو ضائع نہ کریں جس کے لئے میڈیا کے ذریعے تشہیر کی بھی ضرورت ہے۔ سنگاپور میں پانی کی کمی تھی تو وہاں پر بچوں کو بھی یہ سکھایا گیا کہ جب تم tooth

brush کرتے ہو تو نلکے کو بند کر دیا کرو تاکہ جتنی دیر آپ tooth brush کرتے ہیں پانی ضائع نہ ہو۔ اگر ہم سب اپنے پانی کو محفوظ کرنے کے لئے یہ عادات اپنائیں اور دوسرے معاملات میں بھی پانی کی بچت کریں تو اس طرح پاکستان میں پانی کے آنے والے بحران پر ہم قابو پا سکیں گے۔

جناب سپیکر! وافر فصلیں جو ذخیرہ ہو جاتی ہیں ان کو کنٹرول کرنے کی بہت ضرورت ہے اس لئے ایسی تدابیر کی جائیں کہ گندم سستے داموں فروخت کی جائے یا برآمد کرنے کے لئے تحرک کیا جائے تاکہ فصل ضائع نہ ہو۔ دریں اثناء کسان کو مزید فصلیں اگانے کی بھی ترغیب دی جائے۔ زرعی یونیورسٹیوں میں جو internees ہیں ان کا چھوٹے کاشتکاروں کو guide کرنے کے لئے کوئی پروگرام بنایا جائے اور یہ ان کے لئے mandatory ہونا چاہئے کہ آپ چھوٹے کاشتکار کو time پر بتائیں کہ اس وقت پانی کا spray چاہئے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ لبنیٰ فیصل!

محترمہ لبنیٰ فیصل: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں امید کرتی ہوں کہ ممبران جو تجاویز دیں گے ان کو بجٹ 18-2017 میں شامل کیا جائے گا۔ میں اپنا وقت ضائع کئے بغیر اپنی تجاویز پر آتی ہوں۔ گورنمنٹ گرلز ہائی سکول چاچو والا، لاہور کینٹ کو خواجہ سعد رفیق کی خصوصی کاوش سے مڈل سے ہائی کا درجہ دیا گیا۔ اس میں اس وقت طالبات کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے اور ارد گرد کے علاقوں کی بچیاں بہت خوش ہیں لیکن اس کو مزید اپ گریڈ کر کے سیکنڈری کا درجہ دیا جانا چاہئے تاکہ علاقہ کی بچیاں میٹرک کے بعد بھی یہاں تعلیم جاری رکھ سکیں یا کم از کم اس کی ہیڈ مسٹریس طالبات کی تعداد کے مطابق گریڈ 19 کی ہونی چاہئے۔ گورنمنٹ کے تمام سکولوں اور کالجوں کو سولر انرجی سسٹم فراہم کیا جائے اور ان کی چھتوں کو استعمال کیا جائے۔ اس طرح اضافی بجلی نیشنل گرڈ کو بھی فراہم کی جا سکتی ہے۔ گورنمنٹ کے تمام سکولوں میں طلباء وطالبات کے میڈیکل چیک اپ کے متعلق مربوط پالیسی مرتب دی جانی چاہئے اور اس کے بڑے مثبت نتائج سامنے آئیں گے۔ باب پاکستان کے ارد گرد ایکڑوں میں اراضی موجود ہے اور یہاں تک پبلک ٹرانسپورٹ کی سہولت موجود ہے۔ یہاں پر خواتین کے لئے ٹیکنیکل ادارہ قائم کیا جانا چاہئے جہاں دستکاری، بیوٹی پارلر اور دیگر روزگار کمانے کے زیادہ سے زیادہ کورسز کرانے کا بندوبست کیا جائے تاکہ خواتین جو اس معاشرے کا بڑا حصہ ہیں اپنا روزگار کمانے کے ساتھ ساتھ صوبہ اور ملک کے لئے بھی فائدہ مند ثابت ہوں۔ باب پاکستان پراجیکٹ کو جلد از جلد مکمل کیا جائے۔ بابِ پاکستان کی اراضی میں ہی ڈسپنسری، ہسپتال اور پارکس بھی بنائے جانے چاہئیں اور ان کی مناسب نگہداشت بھی کی جائے تاکہ

باب پاکستان کو دیکھنے والے عوام ان سے محظوظ ہو سکیں۔ گورنمنٹ ہوم اکنامکس کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دے دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! میری تجویز ہے کہ جلد از جلد وائس چانسلر کو تعینات کیا جائے۔ اس کے علاوہ اس یونیورسٹی کی مکمل funding کی جائے تاکہ یہ یونیورسٹی بھی بھرپور طریقے سے صوبہ کے عوام کی خدمت کر سکے۔ پاپولیشن ویلفیئر کا محکمہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اٹھارہویں ترمیم کے بعد یہ محکمہ devolve ہو کر صوبہ پنجاب کو ملا ہے۔ اس محکمہ کے پاس ہزاروں کی تعداد میں LHWs ہیں ان کی ٹیموں کو فعال بنانے سے خواتین کے بنیادی مسائل کے حل میں مدد مل سکتی ہے۔ Cervical Cancer کے ابتدائی ٹیسٹ بھی ان کے ذمہ لگائے جا سکتے ہیں۔ ڈاکٹر نوشین حامد کی قرارداد کی روشنی میں ان سے کام لیا جا سکتا ہے۔ فیملی پلاننگ میں لوگوں کے خوف کو دُور کرنے کے لئے awareness campaign کو بہتر طریقے سے چلایا جانا چاہئے۔ علماء کی شرکت بھی ضروری ہے اور بنیادی مقصد سوچ تبدیل کرنے کی ہے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں اپنے وزیر اعلیٰ کی نذر محسن نقوی کے اشعار پیش کرتی ہوں کہ:

میں چاہنے والوں کو مخاطب نہیں کرتا
اور ترکِ تعلق کی میں وضاحت نہیں کرتا
میں اپنی جفاؤں پہ نادِم نہیں ہوتا
میں اپنی وفاؤں کی تجارت نہیں کرتا
خوشبو کسی تشہیر کی محتاج نہیں ہوتی
سچا ہوں مگر اپنی وکالت نہیں کرتا
احساس کی سُولی پہ لٹک جاتا ہوں اکثر
میں جبرِ مسلسل کی شکایت نہیں کرتا
میں عظمت انسان کا قائل تو ہوں محسن
لیکن کبھی بندوں کی عبادت نہیں کرتا

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اب اگلے مقرر جناب محمد انیس قریشی ہیں۔

جناب محمد انیس قریشی: جناب سپیکر! میں ایک بہت اہم مسئلہ کی طرف وزیر اعلیٰ اور محترمہ وزیر خزانہ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں۔ ڈی ایم جی سروس اور پراونشل مینجمنٹ سروس کے افسران تنخواہوں میں واضح فرق کی وجہ سے سخت پریشان ہیں۔ ڈی ایم جی سول سروس کے افسران ہمارے ملک کی پرائم سروسز سے تعلق رکھتے ہیں اور ہزاروں امیدواروں میں سے چند افسران میرٹ پر select ہو کر سول سروس کو join کرتے ہیں اور ان میں بہت سارے ڈاکٹرز بھی ہیں۔ یہ افسران حکومت کی ایڈمنسٹریٹو مشینری کی ریڑھ کی ہڈی تصور کئے جاتے ہیں اور عوام کی سروس ڈلیوری میں سب سے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہی افسران field service میں بطور اسسٹنٹ کمشنر، ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر، ڈپٹی کمشنر اور ایڈیشنل کمشنر کے طور پر اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ یہی آفیسر سول سیکرٹریٹ اور وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ میں بطور سیکشن آفیسر، ڈپٹی سیکرٹری، ایڈیشنل سیکرٹری اور سپیشل سیکرٹری کے طور پر حکومت کی مشینری چلا رہے ہیں۔ یہ افسران allrounder ہوتے ہیں اور stepney wheel کی طرح ہر محکمے میں fit ہو جاتے ہیں۔ Tax collection authority, food authority یا دوسری کوئی autonomous bodies ہوں ان کو بھی یہی افسران چلا رہے ہیں۔ ان سول افسران کا کوئی پُرسان حال نہ ہے۔ ایک سول جج جب بھرتی ہوتا ہے اسے جوڈیشل الاؤنس سمیت ماہانہ 85 ہزار روپے تنخواہ ملتی ہے۔ ہائیکورٹ کے باہر کھڑا کلرک والا 60 ہزار روپے takehome salary لے کر جاتا ہے۔ پولیس افسران کو بھی risk allowance مل چکا ہے۔ حال ہی میں ڈاکٹروں کو بھی ایک لاکھ روپے سے زیادہ takehome salary دی جا رہی ہے۔ تنخواہ میں اس سے بڑا فرق اور کیا ہو سکتا ہے کہ تحصیل نورپور تھل ضلع خوشاب میں نیا بھرتی ہونے والا ڈاکٹر ایک لاکھ دس ہزار روپے ماہانہ تنخواہ لے گا جبکہ اس کی حاضری اور کارکردگی چیک کرنے والا اسسٹنٹ کمشنر تیس سے پینتیس ہزار روپے ماہانہ تنخواہ لے گا کیا ایسا اسسٹنٹ کمشنر effective طور پر service delivery کر سکتا ہے، کیا اس کی اتنی تنخواہ سے heart burning نہیں ہو گی؟ تنخواہوں کے اتنے بڑے تفاوت سے سول سروسز کے آفیسرز میں سخت بے چینی اور بددلی پھیل گئی ہے۔ صوبائی سول سروس اور ڈی ایم جی سول سروس کے ایسے افسران تعداد 1400 کے قریب ہے اس لئے خزانے پر زیادہ بوجھ نہیں پڑے گا۔ وہ دور گزر گیا جب بیوروکریسی بہت طاقتور تصور کی جاتی تھی۔ اب تو یہ شیر بغیر دانتوں کے رہ گیا ہے۔ اس وقت یہ بہت مظلوم طبقہ ہے تو تنخواہوں میں اتنے بڑے تفاوت سے سخت پریشان ہے۔ اس سے chain of

command اور administrative machinery کے collapse ہونے کا بھی خدشہ ہے اس لئے اس کا ازالہ اشد ضروری ہے۔

جناب سپیکر! آپ نے ابھی یہاں پر ڈاکٹرز کا ذکر کیا تھا جہاں تک ڈاکٹروں کی کمی کا تعلق ہے تو حکومت کو چاہئے کہ میل اور فی میل ڈاکٹروں کو ففٹی ففٹی فیصد کی ratio سے میڈیکل کالجز میں داخلہ دیں اور 10 فیصد excess women کوٹا کو ختم کر دیا جائے۔ اس وقت 70 فیصد فی میل اور صرف 30 فیصد میل ڈاکٹرز ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور اکثر عورتیں ایم بی بی ایس کرنے کے بعد شادی کروا کے یا تو گھر میں بیٹھ جاتی ہیں یا urban areas میں نوکری کرتی ہیں اور rural areas میں بالکل نہیں جاتیں اس لئے BHU, Rural Centres and Tehsil Headquarter Hospital خالی پڑے ہیں۔

جناب سپیکر! دوسرا ایک اہم مسئلہ جس کی طرف میں توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ حال ہی میں سول سروس ایکٹ پاس ہوا ہے جس میں ڈپٹی کمشنر کو ڈی سی او کی سابقہ پوسٹ پر سابقہ power بحال نہیں کی گئی حالانکہ ڈی سی او کی تمام powers من وعن ڈی سی کے پاس آنی چاہئے تھی اب حال یہ ہے کہ یہ تمام powers سیکرٹری کو دے دی گئی ہیں۔ ڈی سی او کو صرف coordination officer یعنی rubber stamp بنا دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کو اپنی مثال دیتا ہوں کہ مجھے 1122 کے لئے این او سی لینے کے لئے سیکرٹری لوکل گورنمنٹ کے پاس جا کر چھ ماہ سے pursue کر رہا ہوں، apply کر رہا ہوں اور وزیراعلیٰ سیکرٹریٹ سے بھی اس کو کہلوایا ہے لیکن اس کا سیکشن آفیسر ڈویلپمنٹ نیچے سے بلیاں بناتا ہے اور تمام کے تمام upto secretary level من وعن مکھیاں مار کر وہی result convey کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ

جناب محمد انیس قریشی: جناب سپیکر! حالت یہ ہے کہ اس پر کوئی conclusion draw نہیں ہوا اور کچھ نہیں بنا اس لئے میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ یہ تمام powers جو کہ پہلے ڈی سی او کے پاس تھیں وہ ڈی سی کو منتقل کی جائیں اور ڈی سی کو empower کیا جائے کہ وہ این او سی جاری کرے۔ اگر وہ این او سی جاری نہیں کرے گا تو میں آپ کو یہ surety دلاتا ہوں کہ آپ کی لوکل باڈیز کا سسٹم بالکل collapse ہو جائے اور cripple ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگلے مقرر سردار شہاب الدین خان!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ اب اگلے مقرر جناب آصف محمود ہیں۔

جناب آصف محمود: جناب سپیکر! شکریہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ایاک نعبدو ایاک نستعین۔ میں اپنی پری بجٹ بحث میں سب سے پہلے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ چار سال گزر گئے ہیں، ہمیں یہ floor ملتا ہے اور اس پر بات کرنے کے لئے پانچ منٹ ملتے ہیں۔ اس پانچ منٹ میں پنجاب کے بجٹ پر بات نہیں ہو پاتی تو ممبران کا پھر اپنے حلقوں پر focus ہو جاتا ہے۔ انتہائی سوچنے کا مقام آپ کے لئے ہے کیونکہ آپ جس chair پر بیٹھے ہوئے ہیں اور اس اسمبلی کا ممبر ہوتے ہوئے DDC کمیٹیوں میں وزیر اعلیٰ کے نوٹیفکیشن کے مطابق تمام اضلاع کے elected ایم این اے اور ایم پی اے صاحبان کو بطور ممبر ہونا چاہئے لیکن ہم میں سے کسی ایک آدمی کو اس DDC کمیٹی میں ان چار سالوں میں نہیں بٹھایا گیا اور ہم جو تجاویز یہاں پر دیتے ہیں وہ ردّی کی ٹوکری میں ڈال دی جاتی ہیں۔ ہمارے حلقوں کے اندر کسی قسم کا کوئی کام نہیں ہوا although شرم کا مقام یہ ہے کہ ہم سے ہارے ہوئے لوگوں کو ان DDC کمیٹیوں کے اندر بٹھایا ہوا ہے۔ باوجود اس کے کہ ہمارے حلقوں کے فنڈز اخباروں کے اندر آتے رہے، ابھی میں اخبار میں پڑھ رہا تھا کہ بیس کروڑ روپے کا فنڈ دوبارہ رکھا گیا ہے لیکن اس علاقے کے اندر کسی بھی ڈویلپمنٹ کا ایک ٹکے کا کام نہیں ہوا۔ بہر حال ایک روایت ہے جس کو follow کرتے ہوئے۔ میں چند ایک گزارشات محترمہ وزیر خزانہ کے سامنے دوبارہ سے پیش کر دیتا ہوں کیونکہ چار سالوں سے repeatedly ایک کام چل رہا ہے اس لئے ہمیں بھی شرم آنا شروع ہو جاتی ہے کہ ہم بار بار ان کے سامنے باتیں repeat کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں سب سے پہلے اپنے علاقے کے سکولوں کے حوالے سے ان کے گوش گزار کروں گا کہ (ق) لیگ کی گورنمنٹ میں وزیر اعلیٰ نے دو کالجوں کا سنگ بنیاد رکھا تھا لیکن میں repeatedly کہتا ہوں کہ اس پورے این اے کے حلقے میں گورنمنٹ کا کوئی بوائز کالج موجود نہیں ہے، ایک گرلز کالج تھا جو اللہ اللہ کر کے ابھی فنکشنل ہو گیا ہے لیکن بوائز کالج still pending پڑا ہوا ہے لہٰذا میری ان سے request ہے کہ ڈھوک سیداں کے اندر بوائز کالج کو کسی طریقے سے فنکشنل کریں کیونکہ اس پورے علاقے کے اندر بوائز کالج نہیں ہے۔ اس کے بعد لڑکیوں کے تین پرائمری سکول ایسے ہیں جن کی اپنی عمارتیں موجود نہیں ہیں۔ جب آپ ان سکولوں کا visit کرتے ہیں تو انہوں نے ٹین کے شیلٹرز بنائے ہوئے ہیں جہاں پر گرمی کے موسم میں چھوٹی بچیاں سسکتی بلکتی نظر آتی ہیں لیکن اس سے

ایک کلومیٹر آگے چلے جائیں تو میٹرو کا ائیر کنڈیشنر سٹیشن مل جاتا ہے جس کو دیکھ کر انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ گورنمنٹ کی priorities کیا ہیں اور حکمران کیا کرنا چاہ رہے ہیں؟

جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ ان سکولوں کی عمارتوں کا کوئی بندوبست کریں۔ اسی طرح علاقہ جھاورہ کے اندر (ق) لیگ کی حکومت میں پرائمری سکول کی بلڈنگ بنی تھی جو almost complete ہے لیکن اس کو صرف اس بنیاد پر فنکشنل نہیں کیا جا رہا کیونکہ اس کا سنگ بنیاد پرانے حکمرانوں نے رکھا تھا للہذا اگر معزز پارلیمانی سیکرٹری میری بات سن رہے ہیں تو جھاورہ کے اندر سکول کی بلڈنگ تعمیر ہو چکی ہے اُس کو براہِ مہربانی فنکشنل کر دیں۔ اس کے علاوہ maximum سکولوں کے اندر playgrounds موجود نہیں ہیں جبکہ پرائمری سکولوں کے بچوں کو کھیلنے کودنے کے لئے سہولیات کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہاں playgrounds کی سہولت کے لئے ان سکولوں کے ملحقہ پلاٹ وغیرہ موجود ہیں، اگر گورنمنٹ چاہے تو ان کو خرید کر سکول کا حصہ بنایا جا سکتا ہے، اگر یہ کہیں تو میں اِن کو باقاعدہ نشاندہی بھی کر دوں گا اور یہ پلاٹ لینا چاہیں تو میں اِن کو خرید کر بھی دے دوں گا۔

جناب سپیکر! اس کے بعد میں ہیلتھ پر بات کروں گا کہ میرے این اے-54 کی پوری constituency کے اندر پنجاب گورنمنٹ کا ایک بھی ہسپتال موجود نہیں ہے البتہ صرف ایک ڈسپنسری ہے جس کے اندر گدھے اور بکریاں وغیرہ بندھی ہوئی ہوتی ہیں لیکن وہاں پر علاج معالجے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ جس علاقے کا میں ذکر کر رہا ہوں یہ شہری علاقہ ہے حالانکہ آپ پہلے گلہ کر رہے تھے کہ لاہور کے ایم پی اے صاحبان کو کسی قسم کا کوئی شکوہ نہیں ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر! میں آپ کو honestly یہ بتاؤں گا کیونکہ میری عادت نہیں ہے کہ میں خواہ مخواہ چیزوں کو exaggerate کروں حالانکہ میں سرکاری ہسپتالوں میں خود بھی جاتا ہوں اور اپنے بچوں کو بھی لے کر جاتا ہوں اس لئے مجھے اس کا personal experience بھی ہے۔

جناب سپیکر! میں نے پچھلے سیشن میں اپنی ایک ذاتی تصویر دکھائی تھی جس حوالے سے میں محترمہ وزیر خزانہ کے گوش گزار کروں گا کہ میں اپنی طبیعت خراب ہونے پر آپ کے گورنمنٹ ہسپتال کے اندر ایمرجنسی گیا تو میرے ساتھ میرے دوست نے کہا کہ آپ اپنا ایم پی اے کا کارڈ دے دیں پھر وہ تھوڑا دید لحاظ کر لیں گے لیکن میں نے کارڈ نہیں دیا۔ ایمرجنسی کے اندر پہلے ہم نے پندرہ منٹ قطار میں کھڑے ہو کر پرچی لی جہاں انہوں نے کہا کہ کاؤنٹر نمبر 2 پر چلے جائیں، وہاں پر ایک قطار تھی جس میں پندرہ منٹ کھڑے ہونے کے بعد باری آئی اور انہوں نے بلڈ پریشر چیک کرنے کے بعد کہا کہ اب آپ

کاؤنٹر نمبر 3 پر چلے جائیں لیکن وہاں پر بھی ایک لمبی قطار تھی۔اس قطار میں تقریباًپندرہ بیس منٹ کھڑے ہونے کے بعد ایک ڈاکٹر صاحب نے چیک کیا اور medicine advice کی جہاں سے کہا گیا کہ کاؤنٹر نمبر 4 پر چلے جائیں اور پندرہ منٹ وہاں پر کھڑے ہوئے۔جب میں کاؤنٹر پر پہنچا تو نرس نے بُرا سا منہ بنا کر کہا کہ دوائیاں کدھر ہیں جس پر میں نے کہا کہ حکومتِ پنجاب تو کہتی ہے کہ ادویات ہسپتال کے اندر سے ملتی ہیں تو انہوں نے کہا کہ باہر سے لے کر آئیں۔اس قطار سے نکل کر ادویات لے کر پھر اسی قطار میں کھڑے ہو گئے۔انہوں نے میرے ایک بازو پر drip لگا کر دوسرے ہاتھ میں پکڑا دی جس کی باقاعدہ تصاویر اور ویڈیو میرے پاس موجود ہیں۔میں نے اُن سے کہا کہ میں کہاں بیٹھوں تو انہوں نے کہا کہ جہاں جگہ ملتی ہے وہاں بیٹھ جاؤ لیکن ایک آدمی نے مجھے کرسی لا کر دی جس پر میں بیٹھ گیا،جب میں ہاتھ نیچے کرتا تھا تو blood واپس آجاتا تھا مگر انہوں نے کہا کہ ہاتھ اونچا رکھیں۔آپ اندازہ کریں کہ وہاں پر drip کا سٹینڈ ہی نہیں ہے۔آپ ترکی اور چائنا کے میٹرو اور ٹرینوں کے models اٹھا اٹھا کر اس قوم کو دے رہے ہیں لیکن پہلے ان کے علاج معالجے اور ایجوکیشن کا تو کوئی انتظام کر دیں۔

جناب سپیکر!میرے حلقے میں پانی کا بہت بڑا issue ہے جو میں ان کے گوش گزار کروں گا۔ یہ کنٹونمنٹ کا علاقہ ہے جس کا میں ذکر کر رہا ہوں اور مجھے اندازہ ہے کہ اس floor پر جب ہم کنٹونمنٹ کا کوئی issue لے کر آتے ہیں تو صوبائی اسمبلیوں کے اندر اس طرح سے نہیں لیا جا سکتا کیونکہ وہاں پر 1924 کا ایکٹ ہے لیکن پھر بھی عرض کروں گا۔1992 کے اندر جاپانی گورنمنٹ نے 15 ملین ڈالر کا interest based loan دیا تھا جس کو واپس نہیں کیا جا سکا کیونکہ کنٹونمنٹ کا کہنا ہے کہ ہمارے پاس اتنے resources نہیں ہیں اور وہ اب 35 ملین ہے۔پانی کا خان پور پراجیکٹ بڑا خستہ حال ہو چکا ہے، اس حوالے سے میں ایگزیکٹو افسران سے ملا جنہوں نے مجھے بتایا کہ اگر اگلے چار پانچ سال یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا اور وفاقی یا صوبائی حکومت نے ہمیں اس کے لئے فنڈز نہ دیئے تو ہمیں یہاں ایک قطرہ بھی پانی نہیں ملنا۔اس میں اگر وفاقی حکومت کو کوئی تجویز دینی ہے یا صوبائی گورنمنٹ نے اپنے طور پر کرنا ہے تو اسے حل کیا جائے کیونکہ پانی کے بغیر میں سمجھتا ہوں کہ زندگی کا حصول ہی ممکن نہیں ہے اور یہ top priority پر ہونا چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر:جی،بہت شکریہ

جناب آصف محمود: جناب سپیکر! میں نے ابھی شروع کیا ہے لیکن گھنٹی بج گئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شکریہ۔ باقی تجاویز آپ لکھ کر دے دیں۔ محترمہ راحیلہ یحییٰ منور!

محترمہ راحیلہ یحییٰ منور: جناب سپیکر! میں محترمہ وزیر خزانہ کی ایوان میں موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مختصراً دو تین گزارشات پیش کرنا چاہتی ہوں۔ محدود وسائل ہونے کے باوجود حکومت کوشش کرتی ہے کہ بجٹ بناتے ہوئے تمام محکموں کے لئے فنڈز مختص کرے تاکہ تمام شعبہ جات اپنی کارکردگی کو بہتر بناتے ہوئے صوبے کی ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کر سکیں۔ ہمارے بجٹ کا ایک بڑا حصہ صحت اور تعلیم کے شعبوں کے لئے مختص کیا جاتا ہے تاکہ ایک صحت مند تعلیم یافتہ معاشرہ تشکیل پا سکے۔

جناب سپیکر! میری محترمہ وزیر خزانہ سے التماس ہے کہ آنے والے بجٹ میں صوبے کے تمام گورنمنٹ سکولوں کے curriculum کو update کرنے کے لئے فنڈز مختص کئے جانے ضروری ہیں۔ آپ بھی اس بات سے بخوبی علم رکھتے ہیں کہ جو تعلیم سرکاری سکولوں اور پرائیویٹ سیکٹر کے سکولوں میں دی جا رہی ہے اُن میں بہت واضح فرق ہے اور یہ فرق بہت سے علاقوں میں ہماری backwardness کا ایک بڑا سبب بنے ہوئے ہیں۔ وقت کا اہم تقاضا ہے کہ تعلیم پر کسی قسم کا compromise نہ کیا جائے اور quantity کی بجائے quality of education دینے پر focus رکھا جائے۔

جناب سپیکر! اسی طرح ماحول کی بہتری کے لئے، جنگلات کے تحفظ کے لئے اور نئے درخت لگانے کے لئے بھی فنڈز allocate کئے جائیں۔ پنجاب ایک major industrial hub ہے اور اس highest ratio of urban population کے ماحول کے لئے ایک serious threat بنتی جا رہی ہے۔ تاحد نگاہ تک پھیلے ہوئے شہر، سکڑتے ہوئے دیہات، جنگلات کا خاتمہ اور درختوں کا بے جا زیاں نہ صرف ماحولیاتی آلودگی میں اضافے کا سبب بن رہا ہے بلکہ اس کی وجہ سے صحت کے بھی بے شمار مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ ہماری farm land میں اتنا potential موجود ہے کہ فی ایکڑ درختوں کی موجودہ تعداد سے چار پانچ گنا زیادہ شجر کاری کر کے ہم ماحولیاتی آلودگی اور صحت کے مسائل کو کم کر سکتے ہیں۔ اگر حکومت اس جانب بھرپور توجہ کرے تو نہ صرف آج بلکہ آنے والے کل کے لئے بھی یہ beneficial ثابت ہوگا۔

جناب سپیکر! Similarly Mining Industry بھی کسی حد تک نظر انداز ہو رہی ہے۔ پنجاب کا صوبہ قدرتی وسائل کی دولت سے مالا مال ہے لیکن جدید ٹیکنالوجی کے نہ ہونے کے سبب اور فنڈز کی کمی کے باعث ہم اس دولت سے بھی خاطر خواہ استفادہ نہیں کر پا رہے۔ جو کمپنیاں Mining Industry میں کام کر رہی ہیں انہیں بھی major سہولیات میسر نہ ہونے کے باعث بے شمار دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اگر حکومت سنجیدگی کے ساتھ اس سیکٹر کی جانب توجہ کرے، جدید ٹیکنالوجی اور زیادہ فنڈز فراہم کریں تو ہمیں اپنی زمین سے معدنیات کے حصول کے لئے foreign assistance کی ضرورت پیش نہیں آئے گی بلکہ اس سے ہمارے اپنے لوگوں کے لئے روزگار کے مواقع پیدا ہوں گے اور ہماری economy grow کرے گی۔ Mining سے related صنعتیں flourish کریں گی اور ہماری goods & services کی demand میں بھی اضافہ ہوگا۔

جناب سپیکر! یہ چھوٹی چھوٹی گزارشات ہیں اگر حکومت انہیں consider کرتی ہے تو ہم اس سے بہت دوررس فوائد اور نتائج حاصل کر سکیں گے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، میاں محمود الرشید!

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! شکریہ۔ میں پچھلے دو تین سالوں سے مسلسل وزیر خزانہ صاحبہ سے بھی گزارش کر رہا ہوں کہ بجٹ بناتے وقت کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر ہم اپنی سٹینڈنگ کمیٹیوں کو حرکت میں لاتے۔ دیکھیں یہ جو ہم سیشن منعقد کرتے ہیں اس کی بھی اپنی افادیت ہے لیکن مجموعی طور پر اگر ہم دیکھیں تو یہاں پر ممبران اسمبلی کو موقع ملتا ہے کہ اپنے اپنے علاقائی مسائل کے حوالے سے ان کا زیادہ stress ہوتا ہے اور focus ہوتا ہے۔ چونکہ ممبران اسمبلی کے پاس اس طرح کی latest information بھی نہیں ہوتی، کوئی data نہیں ہوتا، مسائل اور وسائل دونوں کے تقابلی جائزے کے اعتبار سے کوئی figures بھی ان کے پاس نہیں ہوتیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ہم ایک نئی یہ روایت ڈالیں۔ پوری دنیا کے اندر جہاں جہاں پارلیمانی نظام حکومت ہے وہاں پر سٹینڈنگ کمیٹیوں کو بہت اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ یعنی سارا بزنس ان سٹینڈنگ کمیٹیوں کے گرد گھومتا ہے۔ ان سٹینڈنگ کمیٹیوں میں پارلیمان کے اندر موجود تمام جماعتوں کی نمائندگی ہوتی ہے۔ ٹریژری بنچز کے ممبران زیادہ ہوتے ہیں اور اپوزیشن کی جماعتوں کے ممبران اپنی تعداد کے حساب سے تھوڑے ہوتے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ آئندہ کے لئے ہی اگر ایسا کر لیا جائے۔ ہماری تجویز ہے کہ سٹینڈنگ کمیٹیوں میں اکثریت

تو پھر حکومت کی ہی ہو گی تو حکومت کو اس سے ڈرنا یا خوف زدہ نہیں ہونا چاہئے اور یہ ایک نئی روایت ڈالنی چاہئے۔

جناب سپیکر! تعلیم، صحت، environment اور لوکل گورنمنٹ، میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان محکموں کی کمیٹیوں کو دسمبر میں یہ ٹاسک دیتے کہ ایک شکایت جو مسلسل چلی آ رہی ہے کہ سٹینڈنگ کمیٹیوں کے پاس بزنس نہیں ہوتا اور میری معلومات کے مطابق آدھی سے زائد سٹینڈنگ کمیٹیوں کی سال میں شاید ایک بھی میٹنگ نہیں ہوتی کیونکہ ان کے پاس بزنس نہیں ہے۔ جب سٹینڈنگ کمیٹی بنتی ہے تو اس کا چیئرمین بناتے ہیں جسے گاڑی دیتے ہیں اور اسے الاؤنس بھی دیتے ہیں لیکن اس کمیٹی کے پاس بزنس نہیں ہوتا اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہی کام جو ہم بیوروکریسی سے لے رہے ہیں اور مسلسل کئی دہائیوں سے یہ practice چل رہی ہے کہ پچھلے بجٹ کو سامنے رکھ کر آئندہ کے لئے بہت موٹی موٹی چیزوں کو اوپر نیچے کر کے اسے compile کیا، بڑی خوش نما اور اچھی تقریر یہاں ہو گئی، بجٹ پیش ہو گیا اور پھر وہ پاس ہو گیا۔ اگر ہم real sense میں پنجاب کے آئندہ آنے والے threats اور مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے، یہ ہمارا فورم planning کا ہے لیکن بدقسمتی سے ہم لوگ اپنے علاقائی مسائل اور چھوٹی موٹی باقی چیزوں کے علاوہ اپنے personal کاموں سے ہی آگے نہیں نکلتے۔ پانی کا مسئلہ ہے جو آئندہ آنے والے دنوں میں خوفناک شکل اختیار کر جائے گا۔ ہمارا یہ فورم اور یہ صوبائی اسمبلی اس لئے ہے کہ یہاں پر اس حوالے سے debate کریں اور کئی دن debate کریں کہ آئندہ پانچ سال بعد، دس سال بعد present اس کی situation کیا ہے، منسٹر، سیکرٹری اور جتنے اس field کے ٹیکنیکل experts ہیں، حکومت اس پر بریفنگ دے۔

جناب سپیکر! اسی طرح میں سمجھتا ہوں کہ صحت کے بارے میں ایک خوفناک شکل ہے کہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد 70 فیصد سے زائد ہماری بچیاں میڈیکل کالجوں میں جا رہی ہیں۔ اب آپ کے 70 فیصد BHUs خالی پڑے ہیں جو کہ پالیسی matter ہے اور کسی کو کچھ پتا نہیں ہم صرف اور صرف ایڈہاک ازم پر لگے ہوئے ہیں اور باقی بس ٹھیک ہے۔ ان بچیوں کی شادیاں ہو جاتی ہیں اور 50 فیصد سے زائد 70 فیصد بچیاں گھروں میں بیٹھ جاتی ہیں۔ بھئی اس کے اوپر اربوں روپے حکومت کا بھی لگ رہا ہے۔ آئندہ پانچ سات سال کے اندر یہ ایک serious مسئلہ بن جائے گا اور میں نے یہ دو تین مثالیں quote کی ہیں۔ اگر آپ issues کو حل کرنا چاہتے ہیں تو میری استدعا ہو گی کہ آپ ان سٹینڈنگ کمیٹیوں کو activate کریں، ان کو بزنس دیں، ہر ڈیپارٹمنٹ کی سٹینڈنگ کمیٹی یکم جنوری سے شروع ہو

جائے اور ریگولر اپنی meetings کریں، متعلقہ محکمہ کے سیکرٹری اور منسٹر کو پابند کریں کہ وہ سٹینڈنگ کمیٹی میں جائیں، پچھلا بجٹ لیں، اس سے پچھلا بجٹ لیں اور آئندہ متوقع بجٹ کی سیکرٹری خزانہ انہیں figures دیں کہ ہم آپ کو اتنا فنڈ دے سکتے ہیں۔ آپ بیٹھ کر اس کی ایک comparative statement لیں اور وہاں پر معزز ممبران تیاری کے ساتھ آئیں جنہیں پتا ہو کہ ہم نے فائلوں کے چکر سے باہر نکل کر، سٹینڈنگ کمیٹیوں کے ممبران کی اہمیت بھی اسی شکل میں بنے گی اور for God sake بیوروکریسی کے چنگل سے آہستہ آہستہ نکل کر منتخب نمائندوں کو empower کریں تو اس سے کسی کو خوف نہیں کھانا چاہئے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر یہ ہوتا تو بہت بہتر تجاویز آ سکتی تھیں۔ بجٹ کے حوالے سے تین چار دن تقاریر ہوں گی اور تمام ممبران اپنی اپنی تجاویز دیں گے اور بس۔ اگر سٹینڈنگ کمیٹی کو یہ پتا ہو کہ ہماری planning یا ہماری ترجیحات، میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ جتنے بھی منتخب نمائندے صحت، تعلیم یا کسی بھی شعبے کی کمیٹی کے اندر ہوں گے تو وہ جس دردمندی کے ساتھ اور جس خلوص کے ساتھ جو fix priorities کریں گے، کوئی بیوروکریٹ، کوئی سیکرٹری فنانس، کوئی ایڈیشنل سیکرٹری اور کوئی سیکشن آفیسر نہیں کر سکتا اور سرے سے نہیں کر سکتا۔

جناب سپیکر! اب حالات بڑی تیزی سے بدل گئے ہیں اور ایک ایک سال کے اندر آئی ٹی کے اندر جو انقلاب آیا ہے اور نئے نئے سامنے آنے والے مسائل سے نمٹنے کے لئے آئندہ اگر میری یہ تجویز ٹریژری بنچز مان لیں کہ ہماری سٹینڈنگ کمیٹیوں کو ٹاسک دیں جو پوری تیاری کر کے، یہ ہماری پری بجٹ سیشن کی debate بھی ہو لیکن سٹینڈنگ کمیٹیاں اپنے اپنے ڈیپارٹمنٹس کے بارے میں تین ماہ کے اندر تیاری کر کے، اس میں ایم پی ایز کو بھی پتا چلے کہ ہم منتخب نمائندے ہیں اور ان کی پالیسی چل رہی ہے بیوروکریسی کی نہیں چل رہی، ترجیحات ہماری چل رہی ہیں اور ہم منتخب نمائندے ہیں۔ اگر وہاں پر کوئی منسٹر ہے، چیف منسٹر ہے، وزیراعلیٰ بھی انسان ہی ہے ناں۔ وہ کوئی فرشتہ تو نہیں، ان کی سوچ بھی غلط ہو سکتی ہے ناں۔ ان کے دماغ میں بھی اگر کوئی بندہ ایک بات ڈال دے اور وہ ڈل گئی تو ڈل گئی۔ اس کو counter جو اس کا دوسرا پہلو دکھانے کے لئے جب اسے پتا ہو گا کہ یہ منتخب نمائندوں کی کمیٹی ہے اور انہوں نے بیٹھ کر یہ ساری تجاویز بنائی ہیں تو میرا خیال ہے کہ اس سے مسائل حل کرنے میں مدد ملے گی اور practically بجٹ بہت بہتر طریقے سے پیش ہو سکے گا۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ محترمہ وزیر خزانہ کو اپنے شعبے میں بڑی مہارت ہے لیکن ایک چیز جو ہم مسلسل پچھلے کئی سالوں سے دیکھتے چلے آ رہے ہیں کہ 2008 میں پنجاب ایک surplus صوبہ تھا یعنی کام بھی ہو رہے تھے اور 100-ارب روپے سے زائد ہمارے خزانہ میں پڑا تھا۔ آج کام تو ہو رہے ہیں جو ہو رہے ہیں لیکن آج ہم کئی 100-ارب روپے کے مقروض ہیں۔

جناب سپیکر! میری استدعا ہے کہ آپ جو بھی planning کریں لیکن قرضوں سے بچنے کی کوشش کریں۔ یہ قرضے ہماری آئندہ آنے والی نسلوں کے اوپر اتنا بڑا بوجھ ہو گا یا تو ہمارا growth rate اور شرح نمو اتنی ہو، ہم دیکھ رہے ہیں، پچھلے 9 سال سے مسلم لیگ (ن) کی یہ consecutive ہے بلکہ اب یہ دسواں سال شروع ہو گیا ہے تو ہم نے کتنی ترقی کی ہے؟ اگر وہ speed سے نہیں ہو رہی تو قرضے کس نے اتارنے ہیں؟

جناب سپیکر! میں یہ چاہوں گا کہ بجٹ تقریر میں بھی ہمیں بتائیں کہ پچھلے سال قرضہ کتنا تھا اور اب کتنا ہے؟ آپ نے قوم سے کشکول کو توڑنے، قرضے نہ لینے اور قرضوں کا بوجھ کم کرنے کا وعدہ کیا تھا تو آپ اپنے اس وعدے کو پورا کریں۔ ہم یہ بات تو کرتے ہیں کہ پنجاب ڈویلپمنٹ میں بہت آگے ہے لیکن اگر قرضوں کی مقدار کو سامنے رکھا جائے تو اس سے خوف آتا ہے۔ آئندہ آنے والے دنوں میں ہماری achievements یعنی انڈسٹری کے اندر achievements کیا ہیں اور ہماری ایگریکلچر کے اندر کیا achievements ہیں لیکن ہم تو stand still پر کھڑے ہیں۔ انڈسٹری بند ہوتی جا رہی ہے اور ٹیکسٹائل کی 100 سے زائد ملیں بند ہو گئی ہیں۔ زراعت میں ہماری yield فی ایکڑ پیداوار پچھلے تیس چالیس سال سے وہیں کی وہیں کھڑی ہے تو ہم ترقی کہاں کر رہے ہیں اور یہ قرضے کس نے اتارنے ہیں؟ اس لئے میں یہ سمجھوں گا کہ ہمیں قرضوں سے اجتناب کرنا چاہئے اور اپنے وسائل کے اندر رہتے ہوئے ہی جو مرضی بنائیں اور اپنی بجٹ ترجیحات fix کریں۔

جناب سپیکر! رواں سال 80-ارب روپے کا قرضہ لیا گیا۔ پنجاب کی آبادی تقریباً 10 کروڑ ہے اس میں سے آدھا قرضہ تقریباً اورنج ٹرین کی طرف شفٹ ہو گیا۔ پنجاب میں سے 2.27 فیصد آبادی اُس آدھے قرضے سے فائدہ اُٹھائے گی یعنی پورے پنجاب کی آبادی کا 0.2 فیصد پر وہ قرضہ لگ گیا۔ ہم جو سبسڈی اورنج ٹرین کو دیں گے وہ 11-ارب 79 کروڑ روپے ہے اگر اس میں سود کی مد بھی شامل کر لی جائے کہ جو Chinese bank سے ہم نے لون لیا ہے اُس کی قسطیں واپس کرنی ہیں، مستقل کئی دہائیوں تک 20-ارب روپیہ سالانہ پنجاب کی عوام کو دینا پڑے گا۔ ہمیں اس طرح کی چیزوں سے بچنا

چاہئے، جس سے مستقل ایک بوجھ پنجاب کی عوام کے اوپر ہوگا، ہمیں اس طرح کے منصوبے شروع کرنے سے پہلے سو دفعہ سوچنا چاہئے۔

جناب سپیکر! دوسرا ضمنی گرانٹس اور reappropriation کے نام پر پورے بجٹ کا حلیہ بگاڑ دیا جاتا ہے ضمنی گرانٹ اس لئے ہوتی ہے کہ exceptional, urgent, unseen, unplanned کوئی ایسی چیز آگئی جو unavoidable ہو تو آپ اُس میں change کریں لیکن اب ہم نے اس کو practice بنا لیا ہے یہ کروڑوں میں نہیں اربوں کے اندر ہم ضمنی گرانٹس کے نام پر، reappropriation کے نام پر پورے بجٹ کا حلیہ بگارڈ دیتے ہیں۔ بجٹ کے اندر جو بڑی بڑی figures ہمیں ڈویلپمنٹ کے نام پر نظر آتی ہیں کہ ایجوکیشن میں یہ ڈویلپمنٹ ہوگی، ہیلتھ میں یہ ڈویلپمنٹ ہوگی، لیکن جب reappropriation آتی ہے اور ضمنی گرانٹس آتی ہیں اُس میں بجٹ ایک head سے نکال کر دوسرے head میں ڈال دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! میں سپریم کورٹ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ سپریم کورٹ نے اس پر ایک end binding لگائی ہے کہ وزیراعلیٰ یا وزیراعظم اس پر authorized نہیں ہیں کہ اسمبلی ایک بجٹ پاس کرتی ہے اور ایک فرد واحد اُٹھے اور کہے نہیں جی یہ 2۔ارب ادھر سے نکال کر ادھر کر دو اب سپریم کورٹ نے cabinet کی منظوری کے ساتھ اس کو مشروط کر دیا ہے لیکن کیا ہی بہتر ہوگا کہ جب ہم بجٹ بنائیں سوچ سمجھ کر بنائیں اور کوشش کریں کہ اس کو reappropriation کے نام پر اور ضمنی گرانٹ کے نام پر اس بجٹ کی ساری تصویر ہم نہ بدلیں۔

جناب سپیکر! دوسرا میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارا بجٹ متوازن ہونا چاہئے جب میں متوازن بجٹ کی بات کرتا ہوں تو میری مراد یہ ہے کہ ایک وہ areas ہیں جو ترقی یافتہ سمجھے جاتے ہیں، جو developed ہیں، جہاں پر facilities زیادہ ہیں، ایجوکیشن ریٹ بھی زیادہ، اُن کو صحت کی سہولتیں بھی ہیں، تعلیم کی سہولتیں بھی ہیں باقی سہولتیں بھی ہیں لیکن وہ علاقے جو پسماندہ رہ گئے ہیں ہمارے ساؤتھ پنجاب کے معزز ممبران ہر وقت رونا روتے ہیں، اسی طرح سے پوٹھوہار سے ہمارے backward areas اور اضلاع ہیں وہ محروم رہ جاتے ہیں اور وسائل کا سارا رخ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ لاہور کی طرف ہو گیا ہے، ہم سمجھتے نہیں بلکہ یہ perception بڑی گہری ہو گئی ہے۔ اس سے لوگوں کے اندر بہت زبردست قسم کا احساس محرومی جنم لے رہا ہے۔ for God sake ہم جب یہاں پر elect ہو کر آتے ہیں تو ہمیں کسی ایک شہر کو ماڈل بنانے کی بجائے، اُس کی فکر میں رہنے کی بجائے اور اربوں

کھربوں روپیہ اُس کے اوپر خرچ کرنے کی بجائے ہمیں ایک بیلنس رکھنا ہوگا۔ ہمیں ایسے علاقوں کے اندر جہاں جوہڑوں سے انسان اور جانور اکٹھے پانی پیتے ہیں جہاں پر ہمیں کئی کئی سومیل تک کوئی ڈویلپمنٹ کی کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ ہم جب بجٹ کی تقسیم کریں تو ہمیں priority دینی چاہئے اُن deprived areas کو اور ایسی جگہوں پر کہ جہاں لوگ زندگی کی بنیادی سہولتوں سے بھی بالکل محروم ہیں۔ اس بجٹ کو متوازن بجٹ اُسی شکل میں کہا جاسکتا ہے جب ہم اپنے پورے وسائل کو سامنے رکھتے ہوئے جو ہمارے پسماندہ علاقے ہیں، جو deprived علاقے ہیں، جہاں پر صحت کی تعلیم کی باقی سہولتیں نہیں ہیں اُن کو ہم priority دیں اور وسائل کا زیادہ رُخ اُس طرف ہونا چاہئے، جہاں لوگ already خوشحال ہیں اُنہیں ساری سہولتیں ہیں اُن کے اوپر کم بجٹ خرچ ہونا چاہئے اور جو محروم لوگ ہیں اُن کے اوپر زیادہ خرچ ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر! بعض دفعہ ہم بڑی بڑی سکیمیں announce کر دیتے ہیں پھر اُس کا follow up نہیں ہوتا اور سال دو سال بعد اُس کا ڈراپ سین ہو جاتا ہے۔ پتا بھی نہیں چلتا کہ کبھی یہ سکیم تھی ماضی کے اندر ہم نے سستی روٹی کے اوپر 30۔ ارب روپے خرچ کیا وہ دو سال چلی اور اُس کے بعد غت ربود ہو گئی۔ آج ہم پبلک اکاؤنٹ کمیٹی کے اندر اُس کی رپورٹیں دیکھ رہے ہیں گھوسٹ تنوروں اور باقی جو irregularities اُس میں ہوئی۔ آپ consistently دیرپا منصوبوں کو شروع کریں، نہ کہ صرف شعبدہ بازی کے طور پر آپ اربوں روپیہ announce کر دیں اور پھر اُس کو آگے نہ بڑھایا جائے جیسے یوتھ فیسٹیول ہوا، ہم نے دو سال منعقد کیا اربوں روپیہ لگا، اب یوتھ فیسٹیول کہاں ہے، اس سال کیوں نہیں ہو رہا اور پچھلے سال کیوں نہیں ہوا؟ آپ نے اربوں روپیہ دھڑا دھڑ ایک دفعہ لگا دیا۔

جناب سپیکر! اس میں اتنی irregularities ہوئی، اتنا شور مچا، اتنا احتجاج ہوا ہر طرف سے آوازیں اُٹھیں تو وہ آپ کو ڈراپ کرنا پڑا۔ آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کہ ہر ضلع میں غریبوں کو مکان ملیں گے، اب آشیانہ سکیم کدھر ہے؟ لاہور میں 400 گھر بنے ہوئے ہیں اور 2 دوسرے اضلاع کے اندر دو دو، تین تین سو incomplete گھر پڑے ہوئے ہیں، وہ complete نہیں ہوئے۔ سال دو سال پہلے یہاں 7 ہزار گھر مزدوروں کے لئے بنانے کا اعلان ہوا۔ یکم مئی 2015 کو وزیراعلیٰ پنجاب نے رائیونڈ روڈ پر inaugurate کیا اور اُس کے لئے دواڑھائی ارب روپیہ بھی جاری کر دیا، اب تک وہاں پر ایک اینٹ نہیں لگی دو سال گزر گئے ہیں۔ پورے پورے پیج کے اشتہار آئے، بڑے بڑے دعوے کئے گئے لیکن وہ سکیم وہیں کی وہیں پڑی ہے، اُس کے اندر کوئی پیشرفت نہیں ہو سکی۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں جو "اگا دوڑ اور پچھا چوڑ" پالیسی کو ہمیں ترک کرنا چاہئے، ہم سنجیدگی کے ساتھ پالیسز بنائیں، priorities کو تبدیل کرنے کا وقت آگیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ مسلم لیگ کی حکومت مجموعی طور پر 25,30 سال تک اس صوبے کی حکمران جماعت رہی ہے اور اب بھی 9,10 سال سے یہ مسلسل حکومت میں ہیں۔ آپ نے اپنی مرضی سے ترجیحات کو fix کیا ہے لیکن ایک دفعہ ہمارے کہنے پر بھی ترجیحات کو بدل لیں، ترجیحات انسانوں کے لئے ہونی چاہئیں، وسائل انسانوں کے اوپر خرچ ہونے چاہئیں۔ بین الاقوامی سطح پر پاکستان کا ہیومن ڈویلپمنٹ کے اوپر 133 واں نمبر ہے اور جب پاکستان کی بات کرتے ہیں تو پنجاب ہمارا 63 فیصد ہے اس میں انسانوں کے اوپر اخراجات ہماری اولین ترجیح ہونی چاہئے اور اگر ہم بجٹ کو اس طریقے سے لیں کہ پہلے نمبر پر پینے کا صاف پانی ہماری حکومت کی ترجیح ہونی چاہئے کیونکہ پینے کا صاف پانی تو ہر شہری کا بنیادی حق ہے، حکومت جتنے بھی وسائل اس پر لگا سکتی ہے اُس کو لگانے چاہئیں اور پینے کا صاف پانی ترجیح نمبر 1 ہونی چاہئے۔ صحت ہماری ترجیح نمبر 2 ہونی چاہئے، تعلیم ترجیح نمبر 3 ہونی چاہئے، ایگر کلچر ترجیح نمبر 4 ہونی چاہئے اور ترجیح نمبر 5 امن وامان کا قیام ہو۔ اگر ہم ترتیب اس طرح سے بنائیں گے تو میرا یہ خیال ہے کہ اس سے ہماری عوام سکھ کا سانس لیں گے۔ ان کے بعد یہ ترجیحات ہونی چاہئیں کہ یہ جو سادگی اور کفایت شعاری کے اوپر Austerity Committee بنائی گئی اس کے بڑے چرچے ہوئے لیکن میں انتہائی معذرت کے ساتھ یہ عرض کروں گا کہ اگر Chief Executive of Province اپنے اوپر financial discipline نہیں لگا سکتا، اپنے دفتر اور گھر پر نہیں لگا سکتا، خود سادگی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تو پھر وہ دوسروں سے کیا expect کر سکتے ہیں؟ یہ چھوٹی چھوٹی سادگی کی مہم پر کہ فلاں جگہ اے سی لگنا ہے روک لو، فلاں محکمے کے اندر ایک گاڑی تبدیل ہونی ہے وہ روک لو کیونکہ Austerity Committee نے اجازت نہیں دی۔ اس کے مقابلے پر انہیں جو مثال بننی چاہئے اور symbol ہونا چاہئے وہ نہیں ہیں حالانکہ انہیں role model ہونا چاہئے جبکہ وہ اپنے آپ کو کہتے بھی خادم اعلیٰ ہیں۔

جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے محترمہ وزیر خزانہ کو کچھ figures بتانا چاہتا ہوں۔ وزیر اعلیٰ سیکر ٹریٹ کا بجٹ 15-2014 میں 22 کروڑ اور کچھ لاکھ روپے تھا۔ دو سالوں میں اس میں سو فیصد اضافہ ہو گیا۔ پہلے 22 کروڑ اور کچھ لاکھ روپے تھے اور 17-2016 میں 42 کروڑ 38 لاکھ روپے ہو گئے۔ ستم یہ ہے کہ آپ وزیر اعلیٰ سیکر ٹریٹ کا بجٹ دو سالوں میں سو فیصد تو بڑھا دیتے ہیں لیکن کلرک کے لئے کہتے ہیں کہ پانچ فیصد بڑھائیں گے، دس فیصد بڑھائیں گے اور جب ممبران اسمبلی کی باری

آتی ہے تو اس پر پتا نہیں کیا کچھ آوازیں اٹھتی ہیں۔ اگر یہیں پر بس ہو جاتی تو شاید میں اس کا ذکر نہ کرتا اب ہوا کیا ہے؟ اکتوبر میں یہ سارا بجٹ utilize کر کے وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے لئے 29 کروڑ روپیہ مزید ضمنی گرانٹ کی مد میں جاری کر دیا جاتا ہے۔ یعنی 42 کروڑ 38 لاکھ روپیہ آپ نے سال کے لئے رکھا تھا اسے چھ ماہ میں ختم کر دیا اور 29 کروڑ روپیہ مزید جاری ہو گیا۔ اگر ان ساری figures کو جمع کریں تو یہ وزیر اعلیٰ 20 لاکھ روپے روز میں پڑ رہے ہیں۔ For God sake ایک صوبہ جو مقروض ہے، جس کے اندر کروڑوں لوگوں کو تعلیم کی سہولت نہیں ہے، پینے کا صاف پانی نہیں ہے، ہسپتال کے ہسپتال اجڑے پڑے ہیں وہاں پر ایک شخص یا اس کے دفتر کا خرچہ 20 لاکھ روپے روزانہ ہو۔ ہمیں سادگی کا عملی مظاہرہ کرنا چاہئے صرف نعرے نہیں لگانے چاہئیں۔ نعرے آپ بھلے لگائیں لیکن آپ کو سادہ طرز زندگی کو اختیار کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر! میں آپ سے عرض کروں گا کہ اگر وزیر اعلیٰ اپنے اوپر یہ پابندی نہیں لگائیں گے اور خود عملی طور پر سادگی کا مظاہرہ نہیں کریں گے تو پھر یہ بڑی مشکل بات ہو جائے گی کہ ہم دوسرے لوگوں سے یہ expect کریں کہ وہ سادہ زندگی اختیار کریں۔

جناب سپیکر! میں بس تھوڑی بات کروں گا۔ جو میں نے آپ کے سامنے priorities رکھی تھیں ان میں سب سے پہلے پینے کا صاف پانی تھا۔ یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ آج سے چند سال پہلے پنجاب حکومت پینے کے صاف پانی کی ایک اتھارٹی قائم کرتی ہے، اس کا پورا plan ہوتا ہے، اس سال 120۔ارب روپے مختص کئے جاتے ہیں اور تین چار سال کے بعد یعنی آج سے ایک مہینہ پہلے وزیر اعلیٰ پنجاب اس اتھارٹی کے CEO سمیت تمام افراد کو معطل کر دیتے ہیں۔ اس کوتاہی اور incompetence کی وجہ سے یہ منصوبہ جو 120۔ارب روپے میں مکمل ہونا تھا اب 190۔ارب روپے میں مکمل ہو گا۔ یہ ریکارڈ ہے اور میرے پاس اخبارات کی کٹنگ پڑی ہیں۔ یہ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ آپ نے ایک اتھارٹی بنائی، وہاں پر ایک ذمہ دار کا تقرر کیا اور وہ آپ نے ہی کیا کوئی اپوزیشن کے لوگوں نے نہیں کیا۔ تین سال کا موقع بھی دیا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ پنجاب حکومت کی نااہلی ہے کہ 120۔ارب روپے سے جو منصوبہ مکمل ہونا تھا وہ نہیں ہوا۔ سارا اسٹاف suspend ہے اور ان کی انکوائریاں چل رہی ہیں۔ اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ اب یہ منصوبہ 190۔ارب روپے میں مکمل ہو گا۔ ان چیزوں کو تین سال کے بعد نہیں بلکہ ہر تین ماہ کے بعد چیک ہونا چاہئے۔ وزیر اعلیٰ کو اس کو follow up کرنا چاہئے تھا اور دیکھنا چاہئے تھا کہ کیا ہو رہا ہے؟

جناب سپیکر! پچھلی دفعہ پینے کے صاف پانی کے لئے 11-ارب روپے رکھے گئے اور اس میں سے صرف 4-ارب 98 کروڑ روپے خرچ ہوئے۔ آپ آدھے سے بھی کم بجٹ خرچ نہیں کر پائے۔ اس سال آپ نے 30-ارب روپیہ رکھا ہوا ہے وہ استعمال نہیں ہو رہا ہے۔ آپ نے آج سے دو ہفتے پہلے 5-ارب روپیہ نکال کر دیگر شعبوں میں منتقل کر دیئے اور اس کا ڈائریکٹو بھی میرے پاس پڑا ہے۔ اب یہ تماشا چھوڑ دیں۔ ایک سال کے دوران اڑھائی لاکھ بچوں سمیت 11 لاکھ لوگ اس پنجاب کا زہریلا پانی پینے کی وجہ سے مرے ہیں۔

جناب سپیکر! میرے پاس انٹرنیشنل آرگنائزیشن کی رپورٹ ہے۔ جہاں یہ صورت ہو، جہاں آپ کے شہروں میں مثلاً لاہور میں آرسینک 24 فیصد ہے، اسلام آباد میں 75 فیصد، اٹک میں 28 فیصد، بہاولپور میں 50 فیصد، فیصل آباد گوجرانوالہ 68 فیصد، گجرات اور قصور میں 78 فیصد، شیخوپورہ میں 44 فیصد اور ملتان میں 48 فیصد ہے۔ یہاں یہ صورت ہے کہ کوئی شہر نہیں بچا جہاں لوگ زہریلا اور گندا پانی نہ پی رہے ہوں۔ اس کی وجہ سے آپ کے ہسپتالوں پر پریشر ہے، لوگوں کی اموات کی شرح زیادہ ہو گئی ہے، ہیپاٹائٹس پھیل رہا ہے اور باقی بیماریاں پھیل رہی ہیں۔

جناب سپیکر! میں آپ کے ذریعے سے محترمہ وزیر خزانہ سے گزارش کروں گا کہ بجٹ کے اندر آپ نمبر ایک پر پینے کا صاف پانی رکھیں اس سے ہمارے بہت سے جزوی مسائل جن کا تعلق انسانی صحت کے ساتھ ہے وہ حل ہو سکتے ہیں۔ اس کے لئے میکنزم آپ نے بنانا ہے۔ بد قسمتی سے میں بعض ایسے فلٹریشن پلانٹس وزٹ کر چکا ہوں جو حکومت نے دس دس، بارہ بارہ لاکھ روپے سے لگائے تھے، ان کی inauguration ہوئی، دو تین ماہ کے بعد وہ خراب ہو گئے اور اب بند پڑے ہیں۔ اس کی کوئی maintenance نہیں ہے۔ آپ نے جو پینے کے صاف پانی کی اتھارٹی بنائی ہے اس کو ایک زبردست ادارہ بنائیے اور اس میں لوکل گورنمنٹ کو بھی شامل کریں۔ ہر یونین کونسل کے اندر کم از کم ایک فلٹریشن پلانٹ ہونا چاہئے۔ چلیں، لوگ تھوڑی دور فاصلے پر جا کر پانی بھر کر بوتلوں میں لے آئیں گے اور استعمال کر لیں گے۔ پنجاب کے اندر ہر آدمی منرل واٹر نہیں پی سکتا، وہ پچاس روپے کی بوتل خریدنا afford نہیں کر سکتا۔ کتنے لوگ ہیں جو منرل واٹر پی سکتے ہیں؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ بجٹ کے اندر ہمیں سب سے زیادہ ترجیح اس چیز کو دینی چاہئے۔

جناب سپیکر! میں نے priorities میں دوسری بات یہ کی تھی کہ ہمیں صحت کے اوپر توجہ دینی ہوگی۔ جب میں صحت کی بات کرتا ہوں تو میں سب سے پہلے یہ عرض کروں گا کہ جو ہمارے existing structures اور ہسپتال ہیں ان کے اندر missing facilities ہیں۔ وہاں equipment اور مشینری نہیں ہے، ڈاکٹرز نہیں ہیں، ادویات نہیں مل رہیں۔ مجموعی طور پر پورے پنجاب میں دیکھیں تو یہ دو ایسوسی ایشن ہیں جنہوں نے calculate کرکے بتایا ہے کہ صرف 2 فیصد لوگوں کو مفت ادویات مل رہی ہیں باقی سب کہاں رہ جاتی ہیں؟ بجٹ تو یہاں سے اربوں روپے کا منظور ہوتا ہے لیکن وہ عام آدمی تک پہنچنے سے قاصر ہے۔

جناب سپیکر! میری اس بارے میں دو تین گزارشات ہوں گی کہ جو بعض بلڈنگیں مکمل ہو چکی ہیں بھلے وہ سابقہ حکمرانوں نے بنائی تھیں ہم اس روش کو ترک کرتے ہوئے ان کو فنکشنل کریں۔ یہاں ایک ڈینٹل ہسپتال کی کئی ارب روپے کی لاگت سے نہر کے اوپر موہلنوال پر بلڈنگ بنی پڑی ہے لیکن وہ فنکشنل نہیں ہے۔ اس بلڈنگ کے پلستر اتر رہے ہیں، اس کی کھڑکیاں الماریاں خراب ہو رہی ہیں۔ For God sake جہاں آپ تھوڑے سے وسائل لگا کر اس کو operational کر سکتے ہیں، آپ اس کو فنکشنل کر سکتے ہیں تو اس کو ضرور کریں۔ اسی طرح یہاں میاں میر ہسپتال کا بھی معزز ممبر شعیب صدیقی ذکر کر رہے تھے۔ میو ہسپتال کے سرجیکل ٹاور کا میں ذکر کروں گا کہ وہاں آپ نے دس بیس کروڑ روپے دے دیئے ہیں اور میں وہاں خود visit کرکے آیا ہوں کہ اندر مزدور مستری رنگ وغن اور پلستر وغیرہ کر رہے ہیں۔ وہ ہسپتال بھی اتنا زیادہ overburdened ہے، اب 400 بیڈز کا وہ جو ٹاور ہے اس کے لئے رقم پچاس کروڑ یا ایک ارب روپے مختص کریں یا جتنی بھی رقم لگتی ہے اس کے ذریعے آپ اس کو چالو کریں تاکہ وہاں پر لوگوں کا علاج معالجہ شروع ہو سکے۔ اسی طرح وزیر آباد کارڈیالوجی ہسپتال ہے اس کا بھی آپ نے پچھلے سال کچھ start کیا لیکن اب بھی میں نے وہاں جا کر دیکھا ہے کہ بہت کچھ ہونے والا ہے۔ جہاں تھوڑے پیسوں کے ساتھ بڑی بڑی بلڈنگ وہاں مکمل ہو چکی ہیں ان کو آپ فنکشنل کریں۔

جناب سپیکر! دوسرا یہ جو چلڈرن ہسپتال ہے آپ اندازہ کریں کہ لاہور چلڈرن ہسپتال میں بچوں کو پانچ پانچ سال کی آپریشن کی dates ملی ہوئی ہیں۔ اب پانچ سال تک پتا نہیں کہ وہ بچہ survive بھی کر سکتا ہے یا نہیں اور وہ زندہ بھی رہے گا یا نہیں رہے گا؟ آپ پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں چلے جائیں تو وہاں پر آپ کو دو دو سال کی dates ملی ہوئی ہیں۔ ایک آدمی جس کا فوری آپریٹ ہونا

ہے، کیونکہ وہاں پر بیڈز نہیں ہیں، وہاں پر سہولیات نہیں ہیں اور وہاں پر لمبی queue ہے۔ جب آپ کی دو سال بعد باری آئے گی تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس وقت تک وہ مریض زندہ بھی رہے گا یا نہیں؟

جناب سپیکر! یہاں پر آپ کے توسط سے میری محترمہ وزیر خزانہ سے تجویز ہے کہ ہم ہیلتھ پر جتنا بجٹ لگاتے ہیں اس میں ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر ایک چلڈرن ہسپتال بنایا جائے کیونکہ پورے پنجاب سے بچے کھچے ہوئے ادھر آتے ہیں۔ آپ ذرا باہر چلے جائیں تو وہاں پر باہر سڑکوں پر بستر بچھے ہوئے ہیں اور سینکڑوں کی تعداد میں مرد اور خواتین پڑے ہیں۔ وہ صبح آتے ہیں اور شام کو چلے جاتے ہیں کہ آج باری نہیں آئی شاید کل پھر باری آئے گی۔ یہ بڑا نیکی کا کام ہوگا۔ آپ تھوڑا سا وسائل کو decentralize کریں اور ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر ایک چلڈرن ہسپتال بنائیں، آپ ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر ایک کارڈیالوجی ہسپتال بنائیں۔ دل کے امراض میں اس قدر زیادہ اضافہ ہوگیا ہے کہ میرے خیال میں اکثر 50 فیصد سے زائد مریض جو لاہور سے باہر کے ہیں جنہیں ہارٹ اٹیک ہوتا ہے وہ راستے میں دم توڑ دیتے ہیں۔ وہ یہاں پی آئی سی میں پہنچ نہیں پاتے اور جو پرائیویٹ علاج ہے وہ اتنا مہنگا ہے کہ عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے تو میری یہ تجویز ہے کہ ہر ڈویژنل ہیڈ کوارٹر میں ایک چلڈرن ہسپتال اور ایک دل کا ہسپتال بنائیں۔

جناب سپیکر! دوسرا جتنی بھی ہسپتالوں کے اندر missing facilities ہیں مثلاً پچھلے دنوں ہم نے مختلف ہسپتالوں کا detail visit کیا تو وہاں پر وینٹی لیٹرز نہیں ہیں۔ یہ کوئی بہت بڑا مسئلہ نہیں ہے بلکہ تھوڑے سے پیسے چاہئیں لیکن وینٹی لیٹرز نہ ہونے کی وجہ سے وہاں پر اموات ہو رہی ہیں۔ ایمرجنسی کے اندر، زہرہ بی بی جو پچھلے دنوں فوت ہوئیں ہیں اس کی وجہ یہ تھی کہ بیڈ پر جگہ نہیں تھی ایک بیڈ پر دو مریض پہلے سے موجود تھے اور پھر تیسرا الٹا دیا تو وہاں دھکم پیل بھی ہوئی اور جو مریض وہاں پہلے سے اس بیڈ پر موجود تھے انہوں نے اٹھا کر اسے نیچے پھینکا کہ یہاں پر تو جگہ نہیں ہے آپ کدھر سے تیسری آ گئی ہیں۔ وہ وہیں فرش پر پڑی رہی، اسے نمونیہ اور دل کا عارضہ بھی تھا اور وہ جاں بحق ہو گئی۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو لاہور کے بڑے ہسپتال ہیں۔ ان پر جب تک پریشر کم نہیں ہوگا، یہ humanly possible نہیں ہے ڈاکٹر بے چارہ کیا کرے؟ جب اگر آپ کی capacity

50 بیڈز کی ہے اور آپ کے پاس 500 مریض روزانہ آرہا ہے تو ڈاکٹر کیا کرے گا؟ ڈاکٹر ایک بیڈ پر دو مریض کو لیٹائے گا، نیچے فرش پر چادر بچھائے گا، وہی اس کو ڈرپ لگا دے گا اور وہیں اس کا treatment شروع کر دے گا۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو بڑے چار پانچ ہسپتال ہیں، لاہور کے اندر بھی شور بہت ہے، محترم سپیکر صاحب بھی کہتے ہیں کہ آپ دو منٹ میں سروس ہسپتال پہنچ جاتے ہیں۔ یہ بات اپنی جگہ بھی ٹھیک ہوگی لیکن ذرا جا کر ان ہسپتالوں کے اندر کا جائزہ لیں، عام آدمی بن کر جائیں، ذرا بھیس بدل کر جائیں اور پھر آپ کو اندازہ ہوگا کہ کیا بھاؤ بکتی ہے۔ آپ صبح میو ہسپتال میں جائیں گے، میں نے پورا دن وہاں visit کر کے دیکھا ہے۔ ایک لمبی queue میں 100 مریضوں کے بعد آپ کی باری آئے گی اور آگے کہیں گے کہ سٹی سکین یا ایم آر آئی مشین یہاں پر نہیں ہے آپ اپنا ایم آر آئی ٹیسٹ کروا کر لائیں۔ وہ چٹ لے کر مریض باہر آجائے گا اور پھر وہ جنرل ہسپتال یا پرائیویٹ کلینکس کے اندر دھکے کھائے گا اور دس بارہ ہزار روپے خرچ کر کے وہاں سے ایم آر آئی کروائے گا اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ ان ہسپتالوں کے اندر جہاں وینٹی لیٹرز کی کمی ہے، جہاں بیڈز کی کمی ہے، ایمرجنسی کے اندر ان کی capacity کو آپ بڑھائیں تاکہ باہر سے پریشر اگر آتا بھی ہے تو کچھ نہ کچھ مداوا یہاں پر ہو سکے۔ اسی طرح میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو DHQs ہیں، آپ کے 70 فیصد BHUs خالی پڑے ہیں۔

جناب سپیکر! میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں چار BHUs کا visit کر کے آیا ہوں، وہاں اندر جانور بندھے ہوئے ہیں، سٹاف کا ایک بندہ ہے کوئی ڈاکٹر نہیں ہے۔ میں نے تین چار جگہیں اور visit کی ہیں تو میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ یہ سارا کچھ جس کا ہم بہت زیادہ چرچا کرتے ہیں no doubt آپ کی حکومت ہے، آپ نے لوگوں سے ووٹ لئے ہیں آپ کو یہ سب کچھ کرنا چاہئے لیکن جہاں پر اصل مسئلہ ہے یعنی grass roots level پر وہ لوگ facilities سے محروم ہیں۔ ان کا کچھ نہ کچھ آپ سوچیں، BHUs کے اندر ڈاکٹرز اور دوائیوں کو ensure کریں۔ عام آدمی کے پاس پیسے نہیں ہیں وہ اپنا جانور بیچ کر، اپنی گائے اور بھینس بیچ کر دوائیاں لیتا ہے اور چیک اپ کرواتا ہے۔ اگر ان کا کوئی گھر کا بندہ بیمار ہو جائے تو اس کے علاوہ ان کی سکت نہیں ہے کہ وہاں سے اپنے مریض کو اٹھائے اور لاہور، فیصل آباد، ملتان یا بہاولپور لے آئے تو للہٰذا BHUs کو آباد کرنے کے لئے اگر خصوصی پیکیج بجٹ میں دینا پڑتا ہے تو آپ وہ ضرور دیں۔ ایک بات میں نے شروع میں عرض کی تھی کہ یہ جو آئندہ آنے والا بحران ہے۔ اس وقت یہ ہمیں پکڑائی نہیں دے گا۔ .Now is the time we have to plan کہ یہ جو 70 فیصد

ہماری بچیاں ایف ایس سی اور این ٹی ایس ٹیسٹ clear کر کے میڈیکل کالجز میں جا رہی ہیں اور وہ ڈاکٹر بن رہی ہیں۔ ڈاکٹر بننے کے بعد وہ serve نہیں کر سکتیں۔۔۔

ڈاکٹر فرزانہ نذیر: جناب سپیکر! وہ تو لڑکے بھی نہیں جا رہے۔۔۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! نہیں یا تو لڑکیوں کو وہ environment دیں، اگر لڑکے نہیں جا رہے تو لڑکیاں کیسے جائیں گی؟ ہماری تھوڑی سی realistic approach ہونی چاہئے۔ میں اس پر بالکل بھی تنقید برائے تنقید کی بات نہیں کر رہا یہ ایک پالیسی ہے ہمیں سب کو مل کر پالیسی بنانی چاہئے۔ آئندہ پانچ سال بعد جب قحط کا رجحان ہوگا، اس وقت ڈاکٹرز، brain drain تیزی کے ساتھ ہو رہا ہے یا نوکریاں نہیں مل رہیں، ہر ڈاکٹر پر خبط سوار ہے کہ میں UEA میں چلا جاؤں یا میں سعودیہ چلا جاؤں یا میں جا کر انگلینڈ یا امریکہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر لوں اور وہیں settle ہو جاؤں۔ آپ کا جتنا intellectual ہے وہ بڑی تیزی کے ساتھ ملک سے move کر رہا ہے۔ ہمیں ان کو یہاں روکنے کے لئے incentive دینے ہوں گے۔

جناب سپیکر! ہمیں ایسی پالیسی بنانا ہوگی کہ وہ جو بچے اور بچیاں جو ڈاکٹرز ہیں وہ فیلڈ میں آ کر لوگوں کی خدمت کریں، ان کا علاج معالجہ کریں، ان کی بہتری لائیں، اگر آپ ان کو routine سے ہٹ کر تھوڑا سا oblige کریں گے اور incentive دیں گے تو میرا خیال ہے کہ اس سے بہتری واقع ہو سکتی ہے۔ اس وقت پنجاب میں ٹی بی کے مریضوں کی تعداد 34 لاکھ ہے اور 2 لاکھ ہر سال اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ World Health Organization کی طرف سے اربوں روپے کا بجٹ ٹی بی سے بچاؤ کے لئے دیا جا رہا ہے۔ 12- ارب روپیہ پنجاب کے حصہ میں آیا ہے۔ وہ فنڈ کدھر جا رہا ہے؟ آپ اسے پراپر طریقے سے utilize کریں۔

جناب سپیکر! میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس کے نتائج نہیں نکل رہے جو نکلنے چاہئیں۔ اگر فنڈز کی کمی ہو تو کہا جاتا کہ فنڈز کی کمی ہے۔ آپ نے دو تین لیبز بنائی ہوئی ہیں اور بس ختم، اس میں کنٹریکٹ کی بنیاد پر کچھ لوگ رکھے ہوئے ہیں۔ وہ جو اربوں روپیہ ہمیں باہر سے مل رہا ہے اس کو پراپر طریقے سے utilize کر کے اس بیماری کا مستقل طور پر خاتمہ کیا جا سکتا ہے اور اس سے چھٹکارہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر! میں نے گندے پانی کے حوالے سے بتانا ہے، ہیپاٹائٹس کے مریضوں کی تعداد 70 لاکھ سے اوپر ہو گئی ہے اور اس میں permanent تین لاکھ مریضوں کا اضافہ ہو رہا ہے تو میں آپ

سے یہ عرض کروں گا کہ اگر ہم ہیلتھ کے بارے میں priorities یہ رکھیں کہ عام آدمی کی صحت کس طرح سے بحال ہو سکتی ہے اور ہم عام آدمی کو کس طرح سے facilitate کر سکتے ہیں؟ اس میں BHUs ہیں، اس میں آپ کی ڈسپنسریاں ہیں اور اس میں جو Hospitals existing ہیں ان کے اندر آپ ان facilities کو بڑھا دیں۔ اب جو بلڈنگز بنی ہوئی ہیں وہ چل نہیں سکتیں ان بلڈنگز کو آپ چالو کریں تاکہ یہ بوجھ کم ہو سکے۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اسی طرح ایجوکیشن کے اوپر ہم بڑے لمبے دعوے کرتے ہیں لیکن ہماری اپنی گورنمنٹ کے جو اعداد و شمار ہیں ان کے مطابق ایک کروڑ سولہ لاکھ بچے آج بھی پنجاب کے اندر جو school going age کے ہیں وہ سکولوں سے باہر ہیں اور یہ ratio تقریباً 40/45 فیصد بنتی ہے یعنی ہمارے آدھے بچے جو سکول جانے کی عمر کے ہیں وہ سکولوں میں نہیں ہیں اور جو سکولوں میں ہیں ان کی حالت یہ ہے یعنی ہمارے کل سرکاری سکول 57998 اور مکمل عمارات والے سکول 11123 ہیں۔ جن سکولوں کی چار دیواری نہیں ہے وہ 8 ہزار سے زائد ان کی تعداد ہے، جن سکولوں میں پینے کا پانی نہیں ہے 6220 ان کی تعداد ہے اور جو سکول صرف ایک کمرے پر مشتمل ہیں وہ 4 ہزار کے قریب ہیں، اس میں بھی اڑھائی ہزار سکولوں کی عمارات کو خطرناک قرار دیا جا چکا ہے اور 900 عمارات جو ہیں وہ خطرناک ترین یعنی red signal کے اوپر ہیں اور red mark ہوئی ہیں۔ پنجاب کے سکولوں کی 900 عمارات کی چھتیں کسی وقت بھی گر سکتی ہیں تو یہ جب صورتحال ہو تو اس صورتحال میں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کی دو تین بڑی وجہ ہو سکتی ہیں کہ پرائمری ایجوکیشن کو ہم نے بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ مختلف حکومتوں نے اپنے اپنے دور میں کوششیں کیں، جونیجو صاحب کے دور میں بھی کوشش ہوئی، مسجد مکتب ایک سکول کھل گیا، پھر نئی روشنی کے نام سے ایک کوشش ہوئی یا لاکھوں کی تعداد میں ایجوکیٹرز بھرتی کر لئے لیکن کوئی دیرپا خاطر خواہ انقلاب اس شعبہ کے اندر نہیں آ سکا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں بھی ہماری توجہ زیادہ یہ ہے کہ ہمارا وزن کوئی پرائیویٹ سیکٹر اٹھا لے، یہ ایک سوچ چل رہی ہے۔۔۔

محترمہ فرزانہ بٹ: جناب سپیکر! یہ (ق) لیگ کے دور کی بات کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! کیا خیال ہے، آپ پر ایوان میں آنے کی پانچ دن کے لئے پابندی نہ لگا دوں اگر آپ اس طرح کریں گی تو؟

محترمہ فرزانہ بٹ: جناب سپیکر! جس طرح مرضی کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے، میں آج پھر decision کر لوں گا کیونکہ میں نے آپ کو بار بار منع کیا ہے اور آپ بار بار interrupt کر رہی ہیں۔

محترمہ فرزانہ بٹ: جناب سپیکر! وہ (ق) لیگ کے دور کی بات کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، یہ کوئی طریق کار نہیں ہے۔ میں نے آپ کو پانچ دفعہ warn کیا ہے۔ میں آج اس پہ کوئی decision کر لوں گا، آپ کو اس میں تھوڑی سی پریشانی ہو گی۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! یہ جو پرائمری ایجوکیشن ہے یہ ہماری اوّلین ترجیح ہونی چاہئے، یہ جو سکولوں میں بچے نہیں ہیں ان کو سکولوں میں واپس لے کر آئیں، no doubt حکومت ہر سال کچھ نہ کچھ اس میں کر رہی ہے لیکن پنجاب کے اندر ہمیں ایجوکیشنل ایمرجنسی نافذ کرنی چاہئے۔ دیکھیں! کوئی قوم تعلیم کے بغیر ترقی نہیں کرتی، آپ جتنے مرضی فلائی اوور بنا لیں، سب کچھ کر لیں، وہاں پر جنہوں نے چلنا ہے، جنہوں نے آگے بڑھنا ہے، آئندہ آنے والی ہماری نسلیں اگر وہ ان پڑھ ہیں، وہ جہالت میں ڈوبی ہوئی ہیں تو ترقی کا معیار جو ہے وہ پست ہو گا، قومیں ترقی اس وقت کرتی ہیں جب ان کی نسلیں تعلیم یافتہ ہوں، ہمیں پنجاب کے اندر تعلیمی ایمرجنسی نافذ کرنی چاہئے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! جیسے میں نے پہلے پینے کے پانی والے مسئلے پر کہا، اسی طرح میں اس پر بھی کہوں گا کہ ایک دفعہ آپ announce کر کے خاموشی سے نہ بیٹھیں بلکہ اس کے لئے سپیشل آپ اس طرح کے steps لیں کہ اگر آپ نے ایمرجنسی لگا دی ہے تو آپ کا کیا target ہے؟ پانچ سال کا کیا target ہے، سال بہ سال کیا targets ہیں اور ہر تین ماہ کے بعد، ہر چھ ماہ کے بعد آپ review کریں کہ آپ نے جو targets مقرر کئے تھے آپ ان targets کو achieve کر رہے ہیں یا نہیں؟ یہ بہت ہی ضروری بات ہے کیونکہ یہ ہماری ایک آئینی ذمہ داری ہے۔ آئین کا (a)25 جو آرٹیکل ہے اس کے تحت ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر شہری کو تعلیم کی مفت سہولتیں فراہم کرے۔ اگر ایک بچہ پرائمری پڑھ لیتا ہے، وہ کچھ تھوڑا بہت کام چلا سکتا ہے، وہ کسی طرف بھی چلا جائے گا لیکن آج کے دور میں ایک ان پڑھ بچہ جب بڑا ہو گا اور اس کو محنت مزدوری نہیں ملے گی تو وہ مجرم بنے گا اور وہ ہم اپنی سوسائٹی میں روز اس طرح کے حالات و واقعات دیکھ رہے ہیں کہ لاکھوں، کروڑوں کی تعداد میں بچے پل کے، بڑھ کے، بڑے ہو

رہے ہیں، جوان ہو رہے ہیں اور وہاں دیہاتوں میں ان کو روزگار نہیں مل رہا۔ پھر وہ شہروں میں آتے ہیں، یہاں بھی کچھ نہیں ہوتا، یہاں crime بڑھتا ہے اور ہمارا معاشرہ بڑی تیزی کے ساتھ اس طرح کی پراگندگی اور تنزل کی طرف جا رہا ہے اس لئے پرائمری ایجوکیشن نمبر ایک پر ہمارا سب سے بڑا ہدف ہونا چاہئے کہ ہم اس کے اندر زیادہ سے زیادہ فنڈز دیں اور زیادہ سے زیادہ بچوں کو ہم گھیر کر incentive بھی دیں، اگر کوئی بچے بچیاں سکول نہیں آتے تو ان کو آپ سکالرشپ دیں، آپ کوئی سزا رکھیں، آپ کو اگر اس پر کوئی legislation کرنی پڑتی ہے، قانون سازی کرنی پڑتی ہے تو ہم پنجاب اسمبلی کے اندر قانون بناتے ہیں کہ کوئی والدین اپنے بچے کو گھر نہیں بٹھائے گا اور کام پر نہیں بھیجے گا، ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ چائلڈ لیبر کا بڑا اہم سنتے ہیں تو ان میں سے 50 فیصد بے چارے وہ ننھے منے پھول ہیں کہ جو پانچ سال، چھ سال کے ہیں، کوئی خرادیے نے پکڑا ہوا ہے، کسی جگہ گاڑیوں نے پکڑا ہوا ہے، کسی جگہ ورکشاپ میں ہے، کوئی کھیتوں میں کام کر رہا ہے، کوئی بھٹوں پر ہے تو یہ ہمارا کام ہے کہ ہم سوچیں، یہ ہمارا مستقبل ہے کہ یہ ہمارے جو ننھے منے پھول ہیں ان کو ہم تعلیم کے زیور سے کیسے آراستہ کر سکتے ہیں؟ میری آپ سے تجویز ہے کہ پرائمری ایجوکیشن کے بارے میں آپ بجٹ کو بھی بڑھائیں، پنجاب میں تعلیمی ایمرجنسی نافذ کریں اور دوسرا اس طرح کی قانون سازی ہم کریں کہ جس میں اپنے بچوں کو تعلیم دلوانا از حد ضروری ہو جائے اور کوئی والد بچوں کو تعلیم کے علاوہ کسی اور کام پر نہ ڈالے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد میں ایگریکلچر کے بارے میں مختصر سی بات کروں گا۔ ایگریکلچر کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے، کچھ تو general problems ہیں جو ہم یہاں کسانوں کے مسائل کے حوالے سے discuss کرتے رہتے ہیں۔ پچھلے 70 سال میں ہم نے فی ایکڑ پیداوار میں کتنا اضافہ کیا ہے؟ وہیں کے وہیں کھڑے ہیں، اس میں جو سب سے اہم چیز ہے وہ ہمارا ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ ہے، ایگریکلچر میں ریسرچ نہ ہونے کے برابر ہے۔ ایوب کے دور میں ایک فیصل آباد یونیورسٹی بنی تھی، وہاں کچھ تجربات ہوتے تھے اس کے بعد سے اس پر اگر آپ نے کوئی فنڈز رکھے ہوئے ہوں تو وہ میرے علم میں نہیں، achievements کیا ہیں؟ کسی کے علم میں نہیں، میں بھی ایک چھوٹا سا زمیندار ہوں، جتنی مرضی کھیچل، کوشش کر لیں، 30/25 من گندم اور اسی طرح 30/25 من چاول، اس کا جھاڑ یا اس کی yield ہم کہہ رہے ہیں کہ پیداوار فی ایکڑ یہ چل رہی ہے۔ کیا ہم ساری عمر یہیں بیٹھے رہیں گے؟ ہمارے پڑوس میں، یہ امرتسر ہے، پانچ میل کے فاصلے پر آپ انڈیا میں چلے جائیں، پچھلے دنوں وہاں ایک کانفرنس تھی میں وہاں سے ہو کر آیا ہوں۔

جناب سپیکر! میں نے وہاں دیکھا ہے کہ 60 من، 65 من گندم کا جھاڑ اور yield جو ہے، فی ایکڑ پیداوار ہے، وہی زمین ہے، وہی فضا ہے، وہی environment ہے، وہی لوگ ہیں، وہ بارڈر سے ادھر ہیں اور ہم ادھر ہیں۔ انہوں نے ریسرچ کی ہے، انہوں نے اپنے کسانوں کو guide کیا ہے، انہوں نے اپنے کسانوں کو facilitate کیا ہے، آپ ذرا تصور کریں کہ اگر ہم اس کو target لے لیں، محترمہ وزیر خزانہ کو میں یہ کہوں گا کہ ایک تو بد قسمتی سے پنجاب کی کوئی ایگریکلچر پالیسی نہیں ہے، آپ ایگریکلچر کے بارے میں ایک پالیسی بنائیے، جس طرح سے میں آپ سے request کر رہا ہوں کہ تعلیمی ایمرجنسی آپ نافذ کریں، اسی طرح ایگریکلچر کے بارے میں ایک ایگریکلچر پالیسی ہونی چاہئے جس میں آپ ایک دو تین کر کے، پانچ سات سال کے لئے کچھ steps لے لیں اور اس پر جو سب سے بڑی بنیاد ہونی چاہئے وہ ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ ہونی چاہئے۔ ہمارا کسان اگر ایک ایکڑ میں سے 30 من لے رہا ہے اور دو تین سال کے بعد آپ کی کوششوں سے ریسرچ کرنے کے بعد اچھا بیج استعمال کر کے، کھاد کا اچھا combination استعمال کر کے اگر وہ 60 من پر چلا جاتا ہے تو آپ اندازہ کریں کہ کتنا بڑا انقلاب آئے گا۔ ایک دم سے ہمارے کسانوں کی جو آمدنی ہے وہ ڈبل ہو جائے گی۔ ایک تو ایگریکلچر پالیسی بنائیے اور دوسرا زراعت کے اندر یہ سبسڈیاں دینا، ان کو ریلیف دینا، یہ ساری چیزیں اپنی جگہ پر ٹھیک ہیں لیکن بنیادی چیز وہی ہے کہ اگر ہم کسان کو آزاد کرنا چاہتے ہیں، ان کی زندگی میں خوشحالی دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں فی ایکڑ پیداوار میں اضافے کے لئے ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ کے اوپر زیادہ سے زیادہ اپنا بجٹ لگانا چاہئے۔

جناب سپیکر! دوسرا میں اپنی بات کو مختصر کرتے ہوئے یہ کہوں گا کہ ہمیں تمام زرعی inputs پر سے ٹیکس ختم کر دینے چاہئیں، اگر ہم کسان کی بات کرتے ہیں تو ہمیں یہ ٹیکسز ختم کر دینے چاہئیں، یہ پوری دنیا میں کہیں نہیں ہیں۔ امریکہ، جاپان، انڈیا، انگلینڈ جہاں بھی آپ چلے جائیں وہ اپنے اپنے کسانوں کو سبسڈی دے رہے ہیں۔ کہیں 25 فیصد ہے، کہیں 34 فیصد ہے، کسی جگہ 30 فیصد ہے۔ ہم نے اپنے کسان کو بالکل بے یارومددگار چھوڑ دیا ہے۔

جناب سپیکر! میری یہ تجویز ہے کہ inputs پر ٹیکس ختم کئے جائیں اور زراعت میں سبسڈی کا نظام جیسے دوسرے ملکوں میں ہے اسی طرح نافذ کیا جائے۔ عارضی طور پر تو ہم اب کچھ کر رہے ہیں، وزیراعظم نے جو package وغیرہ announce کیا ہے لیکن ان پر پھر آگے تقسیم پر جو مسائل ہیں ان کو بھی دیکھا جانا چاہئے۔ فصلوں کی انشورنس کی کمپنی، انشورنس کا فیصلہ اور پالیسی، یہ ہمیں adopt کرنی

چاہئے کیونکہ کسان جو ہے وہ بالکل فطرت کے رحم وکرم پر ہوتا ہے۔ اس نے اگر ایک فصل لگائی ہے اور غیر متوقع طور پر ہفتہ دس دن بعد اتنی ژالہ باری یا بارش ہوتی ہے تو اس کا سب کچھ تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور وہ اس قابل نہیں ہوتا کہ پانچ دس ایکڑ میں تباہی کے بعد دو چار لاکھ روپے کا اس کا نقصان ہو گیا وہ کہاں جائے؟ ابھی ہم انشورنس کی پالیسی سے use to نہیں ہیں کچھ وقت لگے گا لیکن آپ کوئی gradually policy بنائیں اور لوگوں کو اس کا عادی بنائیں تو اس میں کسان کا فائدہ ہو گا اور حکومت کا بھی فائدہ ہو گا۔

جناب سپیکر! حکومت پنجاب نے سولر ٹیوب ویل کا وعدہ کیا تھا اس کے لئے رقم بھی مختص کی تھی آپ اس سلسلے میں ensure کریں اور سولر ٹیوب ویل پر زیادہ سے زیادہ اپنی زراعت کو لے جائیں۔ ہمارے سنٹرل پنجاب اور ساؤتھ پنجاب میں زبردست قسم کی دھوپ ہوتی ہے اس لئے حکومت کم سے کم قیمت پر سولر لگانے کا فیصلہ کرے اور اس پر بھی بہت انقلابی قسم کی چیزیں سامنے آسکتی ہیں۔

جناب سپیکر! میری چوتھی تجویز تھی کہ آپ کسان کو کریڈٹ کارڈ جاری کریں، میں نے پچھلی بجٹ تقریر میں بھی عرض کیا تھا کہ آپ کسان کو کریڈٹ کارڈ جاری کریں۔ وہ کیسے ہو گا؟ کوئی مشکل کام نہیں ہے اگر ایک کسان کی دو ایکڑ زمین ہے کسی کی چار ایکڑ اور کسی کی دس ایکڑ زمین ہے متعلقہ بنک چاہے نیشنل بنک یا دوسرے کمرشل بنک ہیں اگر حکومت guarantor بن جائے اور اس کسان کی ایک یا دو ایکڑ زمین pledge کر کے اسے کریڈٹ کارڈ جاری کر دیں۔ میں اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ کر آیا ہوں اور مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ اتنا زبردست سسٹم وہاں کامیابی سے چل رہا ہے۔ جب کسان پر اس طرح کی کوئی آفت آتی ہے اس کے گھر میں کوئی فوتیدگی ہو جاتی ہے، بچی بچے کی شادی آجاتی ہے کوئی اور مسئلہ ہو جاتا ہے، کوئی ناگہانی آفت آجاتی ہے تو وہ اپنا کریڈٹ کارڈ پکڑ کر عزت وآبرو کے ساتھ بنک چلا جاتا ہے۔ اسے دھکے نہیں کھانے پڑتے، اسے پٹواری کے پاس ذلیل نہیں ہونا پڑتا اسے گرداور اور تحصیلدار کے پاس ذلیل وخوار نہیں ہونا پڑتا بلکہ وہ عزت وآبرو کے ساتھ سیدھی طرح بنک میں جاتا ہے اپنا کریڈٹ کارڈ پیش کرتا ہے اور اس کی جتنی ضرورت ہے پچاس ہزار روپے، ایک لاکھ یا دو لاکھ روپے کی ضرورت ہے وہاں اس کی ایک limit موجود ہے وہ وہاں سے draw کرتا ہے اور اپنی ضرورت پوری کرتا ہے اور اسے فکر ہے کہ میں نے یہ رقم بنک کو واپس لوٹانی ہے۔ جس طرح پنجابی میں کہتے ہیں کہ یہ ساڈا گلا ہے ہمارا تو یہ خزانہ ہے وہ ضرورت کے وقت وہاں سے رقم لے لیتا ہے اور ضرورت پوری کر کے دو ماہ، چھ ماہ یا سال بعد بنک کو واپس لوٹا دیتا ہے۔

جناب سپیکر! میں سمجھوں گا کہ اس پر technically کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر آپ اس پر کام کریں تو یہ ایک بہت بڑا انقلابی قدم ہو گا۔ آپ جو بڑے بڑے اشتہار دیتے ہیں شعبدہ بازیاں کرتے ہیں آپ یہ عملی کام کریں لوگوں کو پتا چلے کہ ہاں جی ٹھیک ہے حکومت نے یہ کام کیا ہے، آپ قرضے دیتے ہیں، آپ قرضہ نہ دیں حکومت ایک پائی بھی نہ دے اگر اس بے چارے کی دس لاکھ روپے فی ایکڑ زمین ہے تو پانچ لاکھ روپے کی limit منظور ہو جاتی ہے اور جب اسے ضرورت پڑے تو وہ اپنا کریڈٹ کارڈ لے کر جائے اور وہاں سے پیسے لے کر اپنی ضرورت پوری کرے۔

جناب سپیکر! اب میں کسان میلے کے متعلق بات کروں گا۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ اگر آپ ایگریکلچر کے شعبے میں یہ کر لیں کہ آپ کسان میلہ منعقد کریں اور اس میلے کے اندر جس بندے نے ضلع میں سب سے زیادہ پیداوار دی ہے اس کے لئے انعامات رکھیں۔ وہاں سیکرٹری زراعت چلے جائیں، وزیر زراعت چلے جائیں اور اس کی تاریخ طے ہو۔ اگر آپ پہلے ضلع کی سطح پر نہیں کر سکتے تو ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر لے جائیں کہ کسان میلہ ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر ہو گا اور حکومت اسے sponsor کرے گی۔ اس میں زرعی آلات، کھادوں والی کمپنیاں اور pesticides والی بے شمار کمپنیاں آ جائیں گی جو آپ کو فنڈز بھی دیں گی اور آپ کا وہ سارا event مفت میں ہو جائے گا لیکن آپ کریں تو سہی۔ بعض زرعی آلات اور latest technology جو دنیا کے مختلف ممالک کے اندر ہیں آپ وہ سستے داموں میں دیں۔ اسی طرح اس زرعی میلے کے اندر جیسے میں نے پہلے کہا کہ فی ایکڑ پیداوار کے حوالے سے اقدامات کریں۔ یہ ساری چیزیں ہو سکتی ہیں اس کی آگے بھی زرعی میلے کی بڑی تفصیلات ہیں لیکن ہمیں یہ ڈسٹرکٹ نہیں تو ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر ضرور منعقد کرنا چاہئے۔ میرے خیال میں تین بجنے والے ہیں اس لئے میں اپنی بات کو wind up کرتے ہوئے امن وامان کے حوالے سے عرض کروں گا۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ no doubt ہم پولیس کو ہر سال فنڈز دیتے ہیں دینے بھی چاہئیں اور ان کی ضرورت ہے اس لئے ضرور دینے چاہئیں۔ ہم نئی فورسز بھی بناتے ہیں لیکن کرائم ریٹ کم نہیں ہو رہا بلکہ کرائم میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ ہمارے لئے یہ ایک لمحہ فکریہ ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر اب آپ فنڈز دیں تو اس کو اس چیز کے ساتھ مشروط کریں۔ میں پہلے بھی مطالبہ کرتا ہوں کہ online ایف آئی آر پر تو کوئی چیز خرچ نہیں ہوتی۔ اگر ایک غریب آدمی کے ساتھ کوئی حادثہ ہو جاتا ہے، کوئی چوری ہو جاتی ہے، کوئی ڈکیتی ہو جاتی ہے، کوئی mishap ہو جاتا ہے اور کوئی ظلم ہو جاتا ہے، زیادتی ہو جاتی ہے وہ تھانے جاتا ہے تو تھانیدار اس کی سنتا ہی نہیں۔ تھانیدار تو دور

کی بات ہے منشی محرر بھی ٹھیک طرح سے اس کی بات نہیں سنتا جب تک ایم پی اے کا فون نہ جائے، جب تک ایم این اے کا فون نہ جائے اور جب تک اوپر سے کوئی ٹیلیفون نہ آئے اس کی ایف آئی آر درج نہیں ہوتی۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! پیسے لے کر کرتے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! دوسری بات ڈاکٹر صاحب نے کہہ دی کہ جب تک پیسے نہیں چلتے اس وقت تک ایف آئی آر درج نہیں ہوتی لہٰذا online ایف آئی آر کا آغاز کریں۔ میں دو تین اور باتوں کا سرسری ساذکر کرتا ہوں۔ آپ نے ڈرائی پورٹ پر import کا بھاری ٹیکس لگا دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وجہ سے پنجاب کو نقصان ہو رہا ہے۔ آپ نے پچھلے سال جو ڈرائی پورٹ پر ٹیکس کی شرح لگائی تھی اسے review کریں۔ میرے ایک دو دوست جو کار ڈیلر ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم تو ساری گاڑیاں اسلام آباد سے رجسٹرڈ کراتے ہیں۔ آپ aggregate نکال کر دیکھ لیں اگر رجسٹریشن کی فیس میں اضافہ کرنے سے ٹیکس کی اس مد میں آپ کی انکم پہلے سے کم ہوئی ہے تو پھر آپ کو سوچنا چاہئے کہ آپ اس شرح کو کم کریں تاکہ پنجاب کے لوگ پنجاب سے ہی گاڑیاں رجسٹرڈ کرائیں اور آپ کی انکم میں بھی اضافہ ہو۔

جناب سپیکر! میں عرض کروں گا کہ قبرستان کا ایک بہت ہی انسانی مسئلہ ہے۔ ہم نے دو تین سال پہلے 2-ارب روپیہ قبرستان کی زمین خریدنے کے لئے رکھے تھے لیکن وہ میٹرو بس یا اورنج لائن ٹرین کی نذر ہو گئے اور زمین نہیں خریدی گئی۔ تین چار sites دیکھی گئیں لیکن اس کے بعد معاملہ ٹھپ ہو گیا۔ ہمارے شہروں میں اس قدر زیادہ سنگین مسئلہ ہو گیا ہے کہ وہاں مردوں کے تدفین کے لئے لڑائیاں ہو رہی ہیں، پچیس ہزار اور پچاس ہزار روپے رشوت کا ریٹ طے ہے یا آپ کسی گورکن کو oblige کریں۔ میں شہر لاہور کی پوری آبادیوں کا نقشہ کھینچ رہا ہوں۔ علامہ اقبال ٹاؤن میں تو میں خود پچھلے چالیس سال سے آباد ہوں جب تک میں خود وہاں جا کر منت سماجت نہ کروں وہاں وہ جگہ ڈھونڈ کر نہیں دیتے کہ یہاں جگہ ہے تو وہ لوگ کدھر جائیں اس لئے میری گزارش ہے کہ آپ پنجاب کے بڑے شہروں میں قبرستان کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے ایک مخصوص رقم مقرر کریں تاکہ آئندہ دو چار چھ ماہ کے اندر قبرستانوں کے لئے شہروں سے ملحقہ کھلی جگہیں خریدی جائیں اور وہاں قبرستان کی سہولتیں دی جائیں تاکہ لوگوں کو پریشانی سے نجات مل سکے۔

جناب سپیکر! میں کہوں گا کہ لوکل گورنمنٹ کو بااختیار بنائیں، ہمیں اچھا نہیں لگتا کہ وہ کہیں کہ ایم پی ایز، ایم این ایز، وزیر آئیں اور اتنے ارب روپیہ انہیں دے دیا۔ یہ لوکل گورنمنٹ کا prerogative ہے legally, constitutionally اور آئینی طور پر ایک powerful local system سوسائٹی کی requirement ہے۔ اس کے بغیر جمہوریت کے ثمرات عام آدمی تک نہیں پہنچ سکتے اس لئے میری آپ سے گزارش ہے کہ لوکل گورنمنٹ کو empower کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ مناسب مقدار میں انہیں فنڈز دیں تاکہ وہ اپنے سارے مقامی مسائل حل کر سکیں۔

جناب سپیکر! اب میں اسمبلی کی بلڈنگ کے حوالے سے عرض کروں گا کہ ہم پچھلے چار سال سے یہ سن رہے ہیں کہ اگلے سال مکمل ہو جائے گی بس اس سے اگلے سال مکمل ہو جائے گی۔ اس پر تقریباً تین گنا لاگت آئے گی یعنی جتنی لاگت سے یہ آج سے آٹھ سال پہلے مکمل ہو جانی تھی اس کو delay کرنے سے ہم نے کس کا فائدہ کیا؟ یہ پنجاب کی عوام کے ساتھ ظلم ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس معزز ایوان کی بھی توہین ہے۔ ہم یہاں جیسے گھس کر بیٹھے ہوتے ہیں، میڈیا کو یہاں آنے کی اجازت نہیں ہے کہ جگہ کم ہے اس لئے وہ live coverage نہیں کر سکتا۔ آپ ذرا سندھ میں جا کر اسمبلی کی نئی بلڈنگ دیکھیں، آپ خیبر پختونخوا میں اسمبلی کی نئی بلڈنگ دیکھیں۔ ایک آدمی جو منتخب نمائندہ ہے اگر وہ fresh ہو کر equipped اپنی جگہ پر بیٹھتا ہے تو بہتر کارکردگی ظاہر کر سکتا ہے۔

جناب سپیکر! میرے خیال میں اب اس ریت کو ختم ہونا چاہئے کہ جو چیزیں پچھلوں نے بنائی ہیں وہ وہیں گل سڑ جائیں گی۔ یہاں کروڑوں روپے کی مشینری پڑی ہوئی تھی اس میں ائر کنڈیشنر یونٹ تھے جب ہم نے تنقید کی تو وہ یہاں سے remove ہو گئی، ان پر بارش بھی پڑتی رہی اور وہ گل سڑ گئے ہوں گے اب پتا نہیں کدھر ہیں وہ بعد میں remove ہو گئے۔ جو بلڈنگ بنی ہوئی ہے آپ جا کر ملاحظہ کریں کہ اس کے دروازے اور کھڑکیاں سب کچھ لگ چکے تھے اور finishes پر تھی اس کا کیا حال ہے۔

جناب سپیکر! میری آپ سے گزارش ہے کہ اسمبلی کی بلڈنگ کی تکمیل کے لئے اگر آپ کو پچاس کروڑ ایک یا 2 ارب روپے رکھنے پڑتے ہیں تو آپ ضرور رکھیں چونکہ یہ ہمارے پنجاب کی آن ہے پنجاب کی شان ہے پنجاب کے منتخب نمائندوں کا ایوان ہے اسے اہمیت ملنی چاہئے اسے مکمل ہونا چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب تین بج گئے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں اسی کے ساتھ اپنی بات کو wind up کرتا ہوں۔ آخر میں باب پاکستان کے حوالے سے عرض کروں گا کہ یہ ہمارے بزرگوں اور ہمارے شہدا کی یاد میں ہے اس کے لئے تھوڑی سی رقم اس دفعہ رکھ دیں۔ بہت شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: اجلاس کا وقت 30 منٹ بڑھایا جاتا ہے۔ اب ڈاکٹر فرزانہ نذیر بات کریں گی۔

ڈاکٹر فرزانہ نذیر: جناب سپیکر! شکریہ۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج جب بجٹ 18-2017 تشکیل دیا جا رہا ہے تو ملکی حالات بہتری کی طرف جا رہے ہیں۔ اس کے لئے وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف اور وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کو میں خراج تحسین پیش کرتی ہوں۔

جناب سپیکر! چونکہ پری بجٹ بحث ہے تو میں مختصراً اپنی تجاویز دینا چاہوں گی۔ حکومت وہی بہترین ہوتی ہے جو اپنی عوام کی بنیادی ضروریات کو مدنظر رکھے اس لئے میری درخواست ہے کہ سوشل سیکٹر کے لئے گرانٹ بڑھائی جائے۔

جناب سپیکر! میری مراد صحت، ایجوکیشن اور ہاؤسنگ کے شعبہ جات سے ہے اور اس کے لئے کم از کم 6 فیصد بجٹ allocate کیا جائے۔ نئی بنائی گئی میڈیکل یونیورسٹیوں اور نئے میڈیکل کالجوں کے لئے infrastructure and provision of faculty پر توجہ دی جائے۔ نئی یونیورسٹیاں اور کالجز تو بن گئے لیکن وہاں پر سٹاف اور نہ ہی کوئی infrastructure ہے لہذا اس جانب خصوصی توجہ دی جائے کیونکہ نئے ڈاکٹرز تب ہی تیار ہوں گے جب انہیں بہترین ماحول ملے گا۔ Service providers یعنی ڈاکٹرز کو کام کرنے کے لئے بہترین ماحول مہیا کیا جائے اور ان کی تنخواہیں مزید بڑھائی جائیں تاکہ وہ economic stress سے آزاد ہو کر کام کر سکیں۔ میڈیکل ریسرچ کے لئے فنڈز رکھے جائیں۔ ہر ٹیچنگ ہسپتال میں Modern Cancer Detection Laboratory قائم کی جائے۔

(اس مرحلہ پر جناب چیئرمین (جناب ماجد ظہور) کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحبہ! آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

ڈاکٹر فرزانہ نذیر: جناب چیئرمین! موجودہ بدلتے ہوئے حالات میں cancer of prostate and cancer of breast بہت تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔ اس کے لئے عوام کو زیادہ سے زیادہ awareness اور treatment facilities دی جائیں۔ Women Empowerment and Women Development کے لئے خصوصی فنڈز رکھے جائیں۔ اگر ہم Women

Empowerment کی بات کرتے ہیں تو انہیں وہ چیزیں بھی مہیا کریں۔ خواتین کے لئے پارکس بنائے جائیں، خواتین کے لئے لائبریریاں قائم کی جائیں اور خواتین کے لئے ہیلتھ کلب بنائے جائیں تاکہ وہ اپنی fitness برقرار رکھ سکیں۔ اسی طرح فی میل بازار بنایا جائے۔ اگر دیہاتی خواتین کاٹیج انڈسٹریز سے چیزیں بنوا کر لاتی ہیں یا اربن ایریاز میں کوئی products تیار کرتی ہیں تو وہ خواتین فی میل بازار میں اپنی products کو فروخت کر سکیں۔

جناب چیئرمین! Rural Health Development Programme کو تیز کیا جائے۔ ہر گاؤں میں Maternal & Child Health Care کے لئے سنٹر بنایا جائے۔ فیملی پلاننگ کے لئے بجٹ میں مزید اضافہ کیا جائے، لوگوں کو incentive دیا جائے، attract کیا جائے اور انہیں فیملی پلاننگ کے لئے commodities provide کی جائیں تاکہ آبادی پر کنٹرول کیا جا سکے۔ آبادی پر کنٹرول ہوگا تو پھر ہی شہروں پر بوجھ کم ہو سکے گا۔

جناب چیئرمین! اب میں سب سے اہم بات کرنا چاہتی ہوں۔ ہمارے ایم پی ایز کے لئے خصوصی بجٹ مختص کیا جائے۔ Legislators بڑی محنت سے قوانین بناتے ہیں لیکن ان کے لئے کوئی اکیڈمی نہیں بنائی گئی۔ جس طرح سول سروسز اکیڈمی ہے اسی طرز پر legislators کے لئے بھی ایک اکیڈمی بنائی جائے تاکہ وہاں پر ممبران جا کر training حاصل کریں اور ان کو refresher course کروائے جائیں تاکہ وہ اپنے field میں زیادہ سے زیادہ skilled ہوں۔ اسی طرح آفیسرز کی طرز پر ایم پی ایز کے لئے Legislative club بنائے جائیں تاکہ سابقہ اور موجودہ ایم پی اے صاحبان وہاں مل کر بیٹھیں اور عوامی مسائل کو discuss کریں۔

جناب چیئرمین! ہمارے اسمبلی سیکرٹریٹ میں جو ڈاکٹر اور عملہ بیٹھتا ہے ان کو بھی اجلاس کے دوران daily allowance دیا جائے۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحبہ! آپ کا وقت ختم ہو چکا ہے لہٰذا اب تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر فرزانہ نذیر: جناب چیئرمین! قائد حزب اختلاف کو تو ماشاء اللہ بہت زیادہ وقت دیا گیا ہے جبکہ خواتین کو بات کرنے کے لئے آپ بہت کم وقت دے رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحبہ! آپ اپنی بقیہ تجاویز تحریری صورت میں وزیر خزانہ صاحبہ کو دے دیں۔ ابھی کافی زیادہ معزز ممبران نے بات کرنی ہے اس لئے اب تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر فرزانہ نذیر: جناب چیئرمین! ابھی تو دو تین منٹ ہوئے ہیں۔ آپ خواتین کو کیوں کم وقت دے رہے ہیں؟

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحبہ! سب کو پانچ منٹ مل رہے ہیں اور آپ چھ منٹ بات کر چکی ہیں۔

ڈاکٹر فرزانہ نذیر: جناب چیئرمین! صرف ایک منٹ مزید بات کروں گی۔ انرجی سیکٹر میں حکومت نے بہت زیادہ کام کیا ہے۔ اندھیروں میں ڈوبا ہوا ملک روشنی کی طرف لوٹ رہا ہے۔ میں تجویز کروں گی کہ حکومت انرجی کے لئے ہائیڈرل اور سولر پراجیکٹس کو تیزی سے مکمل کرے اور اس کے لئے بجٹ میں خصوصی رقم مختص کی جائے۔ صنعتوں کو بجلی ارزاں نرخوں پر فراہم کی جائے تاکہ ملک میں صنعتوں کا جال بچھایا جاسکے، لوگوں کو روزگار ملے اور تاجر بیرون ملک کا رُخ نہ کریں۔

جناب چیئرمین! میرے حلقہ پی پی-140 میں بجلی کی تاریں زمین کو چھُو رہی ہیں مہربانی کر کے ان کو ٹھیک کیا جائے اور maintenance کے لئے خصوصی طور پر بجٹ مختص کیا جائے۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحبہ! اب مہربانی کر کے تشریف رکھیں۔ محترمہ شاہین اشفاق!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ شاہین اشفاق): جناب چیئرمین! شکریہ۔ یہ ہمارے لئے بہت اعزاز کی بات ہے کہ سب سے بڑے صوبے کا ایوان پانچواں بجٹ پیش کرنے کی تیاریوں کا آغاز کر چکا ہے۔ حکومت پنجاب کی best performance پر میں وزیراعلیٰ پنجاب اور ان کی ٹیم کو مبارکباد پیش کرتی ہوں کیونکہ ہم ترقی کی منازل تیزی کے ساتھ طے کر رہے ہیں۔ میں وزیر خزانہ صاحبہ کی مشکور ہوں کہ جنہوں نے سابقہ روایات کو قائم رکھتے ہوئے معزز ممبران سے بجٹ تجاویز لینے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ میں آپ کی بھی مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔

جناب چیئرمین! چونکہ میرا تعلق ضلع گوجرانوالہ سے ہے تو میں اپنے علاقے کے مسائل کے بارے میں بات کروں گی۔ گوجرانوالہ صوبے کا سب سے بڑا ڈویژنل ہیڈکوارٹر ہے جہاں پر خواتین اور مردوں کے لئے پبلک سیکٹر کی کوئی یونیورسٹی نہیں ہے۔ ہمارے شہر میں خواتین کا ایک پوسٹ گریجویٹ کالج ہے اور وہاں پر بارہ، تیرہ ہزار بچیاں زیر تعلیم ہیں تو میری گزارش ہے کہ اس کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے۔ گوجرانوالہ میں اسلامیہ بوائز کالج کو قائم ہوئے تقریباً ایک صدی ہو چکی ہے تو اسے بھی یونیورسٹی کا درجہ دینے کے لئے فنڈز مختص کئے جائیں۔ بہاولپور، ملتان، ڈیرہ غازی خان اور فیصل آباد سب علاقوں میں یونیورسٹیاں موجود ہیں لیکن گوجرانوالہ شہر اس سے محروم ہے۔ ہماری حکومت

ایجوکیشن پر بڑاfocusکرتی ہے اوراس کی ضرورت بھی ہے کیونکہ کوئی بھی معاشرہ تعلیم کے بغیر ترقی نہیں کر سکتااس لئے گوجرانوالہ میں یونیورسٹی کا قیام انتہائی ضروری ہے اوراس پر خصوصی طور پر غور کیا جائے۔

جناب چیئرمین!میری دوسری تجویز یہ ہے کہ گوجرانوالہ شہر میں کوئی بھی میٹرنٹی ہسپتال نہیں تھا۔جب میں ایم این اے تھی تو میں نے وفاقی حکومت سے خصوصی طور پر فنڈز لے کر وہاں پر ایک ہسپتال تعمیر کروایا۔یہ30بستروں پر مشتمل ہسپتال 2013میں تعمیر ہوا تھا لیکن ابھی تک پوری طرح فنکشنل نہیں ہو سکا۔آپ کے علم میں ہے کہ زچگی کے دوران بہت سی خواتین اموات کا شکار ہو جاتی ہیں۔میں چاہتی ہوں کہ یہ میٹرنٹی ہسپتال پوری طرح سے فنکشنل ہو کر خواتین کوfacilitateکرے۔ شاید پنجاب حکومت کے علم میں نہیں کہ اس ہسپتال میں ابھی تک صرفout doorشروع ہوا ہے حالانکہin doorکی اشد ضرورت ہے تو میں چاہوں گی کہ سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ کے اس واحد میٹرنٹی ہسپتال کو پوری طرح سے فنکشنل کیا جائے،اس میںin door servicesمہیا کرنے کے لئے فنڈز مختص کئے جائیں۔ڈسٹرکٹ گورنمنٹ یہ معاملہ صوبائی حکومت پر ڈال دیتی ہے کہ وہ اس کے اخراجات پورے کرے اور پنجاب حکومت ڈسٹرکٹ گورنمنٹ پر ذمہ داری عائد کر رہی ہے اوراسی وجہ سے یہ ہسپتال پوری طرح سے فنکشنل نہیں ہو سکا۔میری محترمہ وزیر خزانہ سے درخواست ہے کہ اس ہسپتال کوfullyفنکشنل کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں اور فنڈز مختص کئے جائیں۔

جناب چیئرمین!ہماری حکومت خواتین کوempowerکرنے کے لئے بہت سے اقدامات اُٹھا رہی ہے۔وزیراعظم پاکستان اور وزیراعلیٰ پنجاب دن رات کوشاں ہیں کہ خواتین باوقار زندگی گزاریں۔ ان کے طرز زندگی کو بدلنے اوران کوempowerکرنے کے لئے اقدامات کئے جارہے ہیں۔اس موقع پر میں اپنے قائدین کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہوں گی کہ جنہوں نے مجھے وومن ڈویلپمنٹ کی پارلیمانی سیکرٹری بنایا ہے۔

جناب چیئرمین!میں چاہتی ہوں کہ اپنے صوبے اور علاقے کی خواتین کے حقوق کی نگہداشت کے لئے اپنا کردار ادا کروں۔ہماری حکومت امن وامان کی صورتحال کو بہتر کرنے، تھانہ کلچر کے خاتمے کے لئے بہت کچھ کر رہی ہے۔پولیس کنٹرول اینڈ کمانڈ سنٹر جیسے اعلیٰ ادارے بن رہے ہیں تو میری یہ بھی ایکrequestہے کہ گوجرانوالہ جو کہ ڈویژنل ہیڈکوارٹر ہے اس میں ایک لیڈی پولیس سٹیشن بھی ہونا بہت ضروری ہے۔

جناب چیئرمین! اس کے بعد میں یہ بھی کہنا چاہوں گی کہ خواتین کو empower کرنے کے لئے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کی انتھک کاوشوں سے بہت سے اقدامات کئے گئے ہیں جن کی وجہ سے اُن کا نام سنہری حُروف میں لکھنے کے قابل ہے لیکن ابھی تک اُن اقدامات پر 100 فیصد عملدرآمد نہیں ہو رہا اور اُس کی وجہ فنڈز کی کمی ہے کیونکہ ہر علاقے میں نہ تو ڈے کیئر سنٹر ہے، نہ ورکنگ وومن ہاسٹل ہے جہاں خواتین رہائش رکھیں اور اپنے بچوں کو چھوڑ کر اپنے کام پر جا سکیں تو میری یہ چند تجاویز ہیں اور میں چاہتی ہوں کہ ہماری وزیر خزانہ صاحبہ ماشاء اللہ بڑی سمجھدار اور عقلمند ہیں اور چونکہ وہ ایک خاتون ہیں تو وہ خواتین کے مسائل کو سمجھتے ہوئے میری ان تجاویز پر ضرور غور کریں گی۔ شکریہ

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ جی، باؤ اختر علی!

باؤ اختر علی: جناب چیئرمین! شکریہ۔ میں سب سے پہلے وزیر اعلیٰ پنجاب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ مالی سال کے بجٹ سے پہلے پری بجٹ سیشن کا سہرا پاکستان مسلم لیگ (ن) کے سر ہے اور اس کے ساتھ ہی میں وزیر خزانہ محترمہ ڈاکٹر عائشہ غوث پاشا کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے بڑی محنت سے اس وزارت کو چلایا اور ہماری اسمبلی کے جو بھی ممبران مالی سال کے بجٹ کے حوالے سے اپنی مثبت تجاویز دیتے ہیں اُن تجاویز کو انہوں نے بجٹ میں شامل کیا اور میں اُمید کرتا ہوں کہ وہ آئندہ بھی ممبران اسمبلی کی مثبت تجاویز کو اپنے بجٹ میں شامل کریں گی۔ اس کے ساتھ ہی میں اُن سے ایک گزارش بھی کرنا چاہتا ہوں کہ مالی سال کا بجٹ جو وزیر خزانہ ڈاکٹر عائشہ غوث پاشا اور اُن کی team work کا نتیجہ ہے اور بجٹ سے چھ مہینے پہلے اس کی تیاری کی جاتی ہے اور مختلف sessions میں اس پر debate کی جاتی ہے اور پھر پنجاب کے تقریباً 39 محکموں کے لئے فنڈز مختص کئے جاتے ہیں اور بجٹ میں وہ فنڈز محکموں کو تفویض کر دیئے جاتے ہیں لیکن بد قسمتی سے جب وہ سال ختم ہوتا ہے تو فنڈز کی 50 فیصد utilization سے بھی نیچے رہتی ہے۔

جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ محترمہ وزیر خزانہ کو فنڈز allocate کرنے کے بعد بھی کوئی ایسا mechanism لانا چاہئے کہ فنڈز کی utilization اُن محکموں کی ذمہ داری ہے جن کو فنڈز مختص کیا جاتا ہے اور وہ اپنی utilization کو 100 فیصد confirm کریں اور اُس پر check and balance رکھا جائے۔ حکومت پنجاب کی ترجیحات پر محکمہ صحت اور محکمہ تعلیم سب سے اوپر ہیں تو میں اس میں محکمہ صحت کے حوالے سے محترمہ وزیر خزانہ سے ایک گزارش کروں گا کہ آئندہ مالی سال کے

دوران محکمہ صحت میں ایسی تبدیلی لے کر آئیں کہ یونین کونسل کی سطح پر لوگوں کو facilitate کیا جائے۔ ہر یونین کونسل میں Health Centers and Vocational Institutions قائم کئے جائیں اور ہسپتالوں کی سطح پر آج دو چیزوں کا بہت فقدان پایا جاتا ہے تو ہمارے شہروں میں جتنے بھی ہسپتال ہیں اور rural areas میں جتنے بھی DHQ's and THQ's ہیں وہاں پر Dialysis Centres and Ventilators پر کبھی بھی compromise نہیں کرنا چاہئے اور آئندہ بجٹ میں ان دو چیزوں کو ensure کیا جائے۔ آج آپ ہسپتالوں میں جا کر دیکھیں تو dialysis کے سینکڑوں مریض لائنوں میں لگے ہوئے ہیں اور اپنی باری کا انتظار کرتے ہیں اور جب اُن کی باری نہیں آتی تو وہ اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دیتے ہیں تو میں یہ کہتا ہوں کہ صحت کے معاملے میں وزیراعلیٰ پنجاب کی کوششوں سے تمام THQ's ہسپتالوں کے ساتھ Trauma Centres بننے جا رہے ہیں جو ایک بہت اچھا اقدام ہے تو اس مقصد کے لئے اور بھی فنڈز دینے چاہئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میری ایک اور تجویز ہے کہ ہر ہسپتال میں ایک گائنی اور زچہ بچہ کا سنٹر علیحدہ ہونا چاہئے۔

جناب چیئرمین! اب میں محکمہ تعلیم پر بات کرتا ہوں۔ آپ دیکھیں کہ محکمہ تعلیم کے حوالے سے حکومت کی ترجیحات بہت زیادہ ہیں لیکن اس میں مزید بھی ضرورت ہے۔ PEF بہت اچھا کام کر رہا ہے اس کے اندر مزید فنڈز کی ضرورت ہے۔ آپ جو ایجوکیٹرز بھرتی کرتے ہیں اُن کی ٹریننگ کے لئے ایک ٹریننگ انسٹیٹیوٹ ہونا چاہئے جس میں اُن کی ٹریننگ کا انتظام کیا جائے اور وہ ٹیچر اُس ٹریننگ سنٹر سے این او سی لے کر کسی بھی سکول میں احسن طریقے سے اپنے فرائض انجام دے سکتا ہے۔ ہمیں روایتی تعلیم سے باہر نکلنا پڑے گا اور اس حوالے سے حکومتی ownership نظر آنی چاہئے اور یہ ایک ایسا اقدام ہے جس سے بہت سارے لوگ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ٹیکنیکل ایجوکیشن کی طرف رجوع کریں گے تو یہ معاشرہ بہتری کی طرف جائے گا۔

جناب چیئرمین! اب میں زراعت کی طرف آتا ہوں۔ کسان کی بنیادی ضروریات بیج، کھاد، ڈیزل اور بجلی ہے۔ ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ کے لئے علیحدہ بجٹ ہونا چاہئے، محکمہ زراعت کی restructuring کی جائے، modern markets بنائی جائیں جو پوری دنیا کے ساتھ attach ہوں، ریلوے اور ٹرانسپورٹ کا infrastructure بنایا جائے اور اجناس کی خرید و فروخت کو یقینی بنایا جائے۔

جناب چیئرمین! اب میں آخر میں اپنے حلقے کے حوالے سے محترمہ وزیر خزانہ سے دو تین باتیں کروں گا۔ میرے حلقے میں 41 کنال پر مشتمل ایک سکول ہے جس کو وزیر اعلیٰ پنجاب نے ایک سمری کے ذریعے پچھلے سال بھی Degree College for Girls کا درجہ دیا اور وہ سمری ہائر ایجوکیشن میں پچھلے سال بھی آئی لیکن اُس پر عملدرآمد نہیں ہو سکا۔

جناب چیئرمین! آج سے دو مہینے پہلے میری request پر وہ سمری دوبارہ بھیجی گئی لیکن وہ سمری پھر ہائر ایجوکیشن میں آکر رُک گئی میں گزارش کروں گا کہ یہ بڑا ہی دیرینہ اور ہماری بچیوں کا مسئلہ ہے۔ وہاں پر ڈگری کالج کا اجراء ہو چکا ہے اور وزیر اعلیٰ پنجاب نے اُس کے لئے فنڈز بھی مختص کر دیئے ہیں لہٰذا اُس کے اوپر عملدرآمد کروایا جائے۔

جناب چیئرمین! میرے حلقے میں پچاس کے قریب سکول ہیں اور دو کالج ہیں ایک شالامار کالج اور دوسرا باغبانپورہ کالج یہ دونوں کالج مغلیہ دور کے ہیں اور یہ سطح زمین سے 9/9 فٹ گہرے ہیں۔ میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ آپ ان کالجوں کو راتوں رات سطح زمین پر لے آئیں لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ میرا حلقہ لاہور کا ایک ورثہ ہے اُس کی restructuring بہت ضروری ہے اور ان کالجوں کو کم از کم یہ باور کرانا چاہئے کہ ہماری آپ کی طرف توجہ ہے۔ میرے حلقہ میں پچاس سے زائد سکول ہیں آج چار سال ہونے کو آ گئے ہیں کہ میں نے بارہا دفعہ استدعا کی لیکن کسی ایک سکول کو بھی اپ گریڈ کیا گیا، کسی پرائمری کو مڈل کیا گیا، کسی مڈل کو میٹرک کیا گیا اور نہ ہی کسی میٹرک کو سیکنڈری کیا گیا۔ میری محترمہ وزیر خزانہ سے پھر استدعا ہے کہ اس کے متعلق غور کیا جائے۔

جناب چیئرمین! میرے حلقہ سے اورنج ٹرین 9 کلو میٹر تک کا فاصلہ طے کرے گی۔ میرے حلقہ میں 9 سٹیشن بننے جا رہے ہیں یہ وزیر اعلیٰ کا بہت بڑا اقدام ہے لیکن اس کا نقصان یہ ہوا کہ میرے دائیں اور بائیں اندر کی تمام سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئی ہیں۔ میں بارہا دفعہ کہہ چکا ہوں کہ اس پر نظر ثانی کی جائے۔ آپ مہربانی کریں کیونکہ میرا حلقہ نہایت توجہ کا طالب ہے۔ میں محترمہ وزیر خزانہ سے کہتا ہوں کہ اپنی کاوش سے آئندہ بجٹ میں میری مثبت تجاویز کو شامل کیا جائے۔ مہربانی

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ ڈاکٹر سید وسیم اختر!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الصلوۃ والسلام علی خاتم النبیین حبیبنا و حبیب رب العالمین۔

جناب چیئرمین! میں میاں محمود الرشید کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے بہت ہی اچھی تیاری کے ساتھ بہت اچھی comprehensive تجاویز ایوان کے اندر پیش کی ہیں۔ میں آپ سے بھی التماس کروں گا کہ بحیثیت پارلیمانی لیڈر اگر دو چار منٹ زیادہ لگ جائیں تو آپ در گزر فرمائیں گے۔

جناب چیئرمین! میں اپنی بات کا آغاز اس بات سے کروں گا کہ جو میں ہر بجٹ کے موقع پر کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں بڑے درد دل کے ساتھ حکومت کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ سود وہ فعل ہے جس پر رب تعالیٰ قرآن عالیشان میں سب سے زیادہ عضب ناک ہے۔ رب تعالیٰ نے قرآن کے اندر یہ تبصرہ فرمایا ہے کہ فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ جو سودی کام کرتے ہیں وہ کان کھول کر سن لیں کہ میں اور میرا رسول اس کے خلاف اعلان جنگ کرتے ہیں۔ وفاقی شرعی عدالت نے نومبر 1991 میں فیصلہ دیا، آئین پاکستان یہ مطالبہ کرتا ہے کہ سات سال کے اندر اندر تمام ملک کے قاعدے وقوانین کو قرآن وسنت کے مطابق بنایا جائے لیکن یہ سب باتیں صدا بصحرا ہیں اور ہم اس پر توجہ دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہم کیوں خوفزدہ ہیں؟

جناب چیئرمین! دنیا میں ترقی یافتہ ممالک کے اندر غیر سودی بنکاری اور غیر سودی نظام کے کامیاب تجربات ہو رہے ہیں۔ ہم کیوں احساس کمتری میں مبتلا ہیں اور کیوں پریشان ہوتے ہیں؟ رب تعالیٰ نے ہمیں مکمل نظام حیات دیا ہے اور ہر شعبہ کے حوالے سے اس میں راہنمائی موجود ہے۔ اس کو لاگو کرنا ہمارے لئے لازمی اور mandatory ہے۔ رب تعالیٰ اس حوالے سے اپنی نعمتوں کے وعدے بھی فرماتا ہے۔ رب تعالیٰ قرآن ذیشان میں فرماتا ہے کہ:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ
اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ

جس کو میں نے تورات دی تھی وہ تورات کے نظام کو قائم کرتا، جس کو میں نے انجیل دی تھی وہ انجیل کے نظام کو قائم کرتا اور جو کچھ اب میں نے نازل کیا ہے وہ قرآن ہے اور وہ کہتا ہے کہ اس کے نظام کو قائم کرو گے تو آسمان سے رزق برسے گا اور زمین سے میری نعمتیں ابلیں گی۔ اس کائنات کے اندر اور دنیا کے اندر کوئی نعمت ایسی نہیں ہے جو انسانوں نے بنائی ہو۔ یہ سب نعمتیں رب نے بنائی ہیں اور رب

قرآن میں کہتا ہے کہ یہ جتنی بھی نعمتیں ہیں یہ سب میرے ہاتھ میں ہیں۔ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ زمین وآسمان کے خزانوں کی کنجیاں رب کہتا ہے کہ میرے ہاتھ میں ہیں۔

جناب چیئرمین! میں درد دل کے ساتھ متوجہ کر رہا ہوں کہ اس پر سنجیدگی سے غور فرمائیں۔ یہ اسلامی ملک ہے خدا کے لئے اس مخمصے سے نکلنے کی کوشش کریں۔

جناب چیئرمین! میں اگلی بات یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نیشنل فنانس کمیشن ایوارڈ آتا ہے جو صوبوں کو تقسیم ہوتا ہے۔ اس کے parameters ہیں۔ وہ جب صوبوں کے پاس آجاتا ہے، میں پنجاب کی بات کرتا ہوں تو جو میرے پاس اعداد و شمار ہیں اس کے مطابق ڈویلپمنٹ گرانٹس کا 67 فیصد لاہور کے اندر لگتا ہے اور ہم محروم رہتے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں بہاولپور سے تعلق رکھتا ہوں، جنوبی پنجاب سے تعلق رکھتا ہوں اس لئے میں بجا طور پر یہ مطالبہ کرتا رہتا ہوں کہ یہ جو disparity یا بے انصافی ہے اس کو دور کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ جس طرح پچھلے ایوان 13-2008 میں بہاولپور صوبہ کی بحالی کی قرارداد پیش کی گئی تو یہی وزیر اعلیٰ تھے، یہی قائد ایوان تھے، یہی سپیکر تھے اور اسی پاکستان مسلم لیگ (ن) کی حکومت تھی۔ یہ قرارداد متفقہ طور پر پاس ہوئی تھی کہ جنوبی پنجاب کو صوبہ بنانے کے اقدامات کئے جائیں گے اور بہاولپور صوبہ کو بحال کیا جائے گا۔

جناب چیئرمین! میں آج اسی مطالبہ کو دہراتا ہوں کہ ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے اور بہاولپور صوبہ کو بحال کیا جائے۔ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ پراونشل فنانس کمیشن ایوارڈ کو ہر بجٹ کے موقع پر announce کیا جائے۔ اس کے parameters آپ طے کر لیں، آبادی، غربت اور پسماندگی کتنی ہے تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ اس ضلع کو اتنا اتنا بجٹ مل جائے گا اور وہ اس میں اپنے انتظامات کریں گے۔ عوامی نمائندے صوبائی و قومی اسمبلی اور لوکل گورنمنٹ میں اپنے حق کے لئے محنت کریں گے اور اسی بحث میں معاملات کو آگے چلانے کی بات کریں گے۔ یہاں صورتحال یہ ہے کہ بڑی بڑی رقوم reappropriate ہو جاتی ہیں۔ میں نے جس طرح جب یہ ایوان شروع ہوا تھا تو میٹرو بس کے حوالے سے بات کی تھی۔ گورنمنٹ نے شروع میں تو کوئی اعداد و شمار نہیں دیئے لیکن جب میں نے دوبارہ سپیکر صاحب کے کہنے پر سوال دیا تو پھر اس کا جواب آیا کہ 116 منصوبے جس میں سے بیشتر بہاولپور اور جنوبی پنجاب کے تھے بجٹ میں منظور ہوئے لیکن ایک پائی نہیں لگی اور سارے کے سارے پیسے جو 23۔ ارب روپیہ تھا وہ رقم reappropriate کر کے میٹرو پر لگا دی۔ میں میٹرو بس اور

اورنج لائن ٹرین کے خلاف نہیں ہوں یہ منصوبے بننے چاہئیں لیکن ترجیحات کا بھی تو کوئی تعین کریں۔ اگر ہماری cost پر بنیں گے تو ہمیں تکلیف ہو گی۔

جناب چیئرمین! اس لئے میں یہ عرض کروں گا کہ پراونشل فنانس کمیشن ایوارڈ کو آنا چاہئے۔ اس کے ساتھ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ تین روز پہلے میں میڈیا کے ایک پروگرام میں شامل تھا تو لاہور میں sanitation/sewerage اور پانی کا مسئلہ زیر بحث تھا۔ وہاں وائس چیئرمین واسا آئے تھے جو سیاسی آدمی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ سیوریج اور صاف پانی کے لئے 50 کروڑ روپے فی قومی اسمبلی کے حلقہ کے لئے گرانٹس release ہوئی ہیں یعنی 50 کروڑ روپے صرف ان دو parameters کے لئے رکھے گئے ہیں۔ ہمیں ناراضگی نہیں ہے لیکن ہمارا دل تو جلتا ہے کہ میں یہاں اس ایوان کے اندر چار سال سے چیخ و پکار کر رہا ہوں کہ ہمیں ایک flyover یا underpass دے دیں۔ بہاولپور میں وکٹوریہ ہسپتال اور اس کی دوسری طرف میڈیسن مارکیٹ ہے وہاں بہت رش ہوتا ہے، میری نظروں کے سامنے دو جان لیوا حادثات ہوئے ہیں۔ مریض کا attendant پرچی ہاتھ میں لے کر بھاگا ہے مریض تھیٹر میں ہے یا ایمرجنسی میں ہے وہ اپنی سوچ کے مطابق بھاگا ہے تیزی سے آنے والی گاڑی نے اسے اٹھا دیا، مریض کا تو معلوم نہیں کیا بنا لیکن اس attendant کی موقع پر death ہو گئی۔

جناب چیئرمین! میں کہتا ہوں کہ لاہور کے اندر ہر دوسرے چوک کے اوپر یا نیچے سے سڑک گزر رہی ہے تو کیا آپ ہمارے لئے ایک flyover نہیں دے سکتے؟ اس لئے میں محترمہ منسٹر صاحبہ سے یہ مطالبہ کروں گا کہ اس بجٹ میں خدا کے لئے ایک flyover ہمیں عنایت کریں۔ اس کے علاوہ reappropriation کا سلسلہ بند ہونا چاہئے۔

جناب چیئرمین: اجلاس کا وقت پندرہ منٹ کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب چیئرمین! جو بڑی سی block allocation رکھی جاتی ہے پھر اپنی مرضی کے مطابق اس کا استعمال ہوتا ہے۔ اس سلسلہ کو بند کیا جائے۔ سپریم کورٹ نے جو قدغن لگائی ہے وہ اچھی ہے لیکن میں یہ مطالبہ کروں گا کہ جو بات سٹینڈنگ کمیٹی کے حوالے سے لیڈر آف دی اپوزیشن نے بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے تو میں ان کی اس بات کو 200 فیصد second کرتا ہوں لہذا تھوڑی سی جرات اور ہمت پیدا کریں کیونکہ سٹینڈنگ کمیٹی میں اکثریت گورنمنٹ side کی ہوتی ہے۔ اس میں اگر پری بجٹ proposals discussion ہو جائے گی تو اس سے بجٹ کا حسن بڑھے گا اور اس کی ہم ownership دیں گے کہ ہم نے یہ بجٹ دیا ہے۔

جناب چیئرمین! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس کے نتیجے میں بہتر بجٹ سازی ہو گی اور اس حوالے سے حقیقی معنوں میں یہ عوامی بجٹ ہو گا۔ میں کالا باغ ڈیم کی بات بھی کروں گا جیسا کہ آج پہلے بھی اس پر بات ہوئی ہے تو یہ ایوان چاہتا ہے کہ کالا باغ ڈیم بننا چاہئے تو پھر کیوں نہ ہم اس بجٹ میں کالا باغ ڈیم کے لئے کچھ پیسے رکھیں؟ اس کے لئے ہم کام کریں، دوسرے ممبران اسمبلی سے بھی بات کریں، Technocrats کے لئے کوئی کمیٹی بنائیں، کالم نگاروں کی طرف سے ہم کوئی uprising کروائیں اور میڈیا کے لئے کوئی بجٹ سازی رکھوائیں۔ ہمارے میڈیا اور اخباروں میں انٹیلی جنس اداروں کے توسط سے یہ رپورٹس ہیں کہ ہندوستان 18۔ارب روپے کی خطیر رقم سالانہ کالا باغ ڈیم منفی پراپیگنڈا اور پاکستان میں اس کے خلاف آوازیں اٹھانے کے حوالے سے خرچ کرتا ہے تو ہمیں اس پر محنت کرنی چاہئے۔ جب ہم convince ہیں اور ہمارے تمام technocrats کہتے ہیں کہ یہ ٹیکنیکل مسئلہ ہے جس کو politicize کیا گیا تو ہمیں ہمت کرنے کی ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین! آپ کو معلوم ہے کہ انڈیا ہمارے پاکستان کے بارے میں جو پلان رکھتا ہے ہمارے technocrats یہ بات کرتے ہیں کہ اسی ترتیب کے ساتھ اسی ترجیح کے ساتھ اگر ہندوستان پاکستان کے دریاؤں پر بند باندھتا رہا اور پانی کو divert کرتا رہا تو 2025 تک خدشہ ہے کہ پنجاب جو فصلوں سے لہلہاتا ہے یہ بتدریج صحرا میں تبدیل ہو جائے گا اور ہمیں ہندوستان سے اپنی جان بچانے کے لئے خوفناک جنگ کرنا پڑے گی تو آج اس کے لئے پیش بندی کی ضرورت ہے تو میں مطالبہ کروں گا کہ آنے والے بجٹ میں کالا باغ ڈیم کے لئے فنڈز رکھیں اور جرأت کے ساتھ رکھیں۔ اگر کوئی اس کی مخالفت کر رہا ہے تو ظاہر ہے وہ کر رہا ہے۔ ہم تو ایک ڈاکٹر کی طرح سوچیں جیسا کہ میں خود practicing doctor ہوں جب میرے پاس کوئی بچہ کوئی مریض آتا ہے تو میں دیکھتا ہوں کہ اس کو ملیریا ہے تو اس کو کونین کی کڑوی گولی دینی پڑے گی۔ میں اس کو lederplex نہیں دوں گا کیونکہ وہ lederplex پینے سے اس کا بخار ٹھیک نہیں ہو گا تو ہمیں اپنی ترجیحات کا خود تعین کرنا چاہئے۔

جناب چیئرمین! میں عرض کروں گا کہ چولستان بہاولپور ڈویژن میں واقع ہے اور اس کا رقبہ 66 لاکھ ایکڑ ہے یہ تینوں اضلاع کے ساتھ تقسیم ہے اور یہ main chunk بہاولپور کے ساتھ ہے۔ چولستان کے جو مسائل اور پریشانیاں ہیں وہ اتنی زیادہ ہیں کہ میں اس پر دو سے تین گھنٹے کی debate کر سکتا ہوں۔ میں یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ جس طرح سے تھر ضلع ہے اور وہ رقبے کے لحاظ سے چولستان سے کم ہے تو آئندہ بجٹ میں چولستان کو ضلع بنایا جائے تاکہ وہ بہتر طریقے سے ترقی کے دھارے میں

آ سکے۔ چولستان میں 12لاکھ لائیو سٹاک موجود ہے حالانکہ ہماری طرف سے جو فنڈز وہاں جاتے رہے ہیں اس میں سے صرف 25 فیصد فنڈ لگا ہے اور باقی فنڈ کا جو حشر ہوا ہے وہ کبھی موقع ملا تو اس حوالے سے میں بات کروں گا۔ بے روزگاری بہاولپور سدرن پنجاب کا بہت بڑا مسئلہ ہے اس کے لئے میں منسٹر صاحبہ سے گزارش کروں گا کہ اگلے بجٹ میں بہاولپور میں انڈسٹریل سٹیٹ بنائی جائے اس حوالے سے ایوان نے کل بروز منگل کو ایک قرارداد بھی پاس کی تھی۔

جناب چیئرمین! میں اس موقع پر یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ گورنمنٹ نے کلیریکل سٹاف کی promotions کی ہیں، ہمارا اسمبلی سٹاف اور پنجاب کے بہت سارے ڈیپارٹمنٹس کے لوگ بھی اس سے محروم رہ گئے ہیں۔ جناب اقبال گڈانی آل پاکستان پیرامیڈیکل سٹاف ایسوسی ایشن کے جنرل سیکرٹری بہاولپور سے ہیں انہوں نے تفصیل کے ساتھ بتایا ہے کہ cadres 150 صرف ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کے ہیں جو کہ lower grades کے ہیں اور وہ ترقی سے محروم رہ گئے ہیں۔ اسی طرح سے چیچہ وطنی سے میرے بھائی دوست وہاں کے راہنما حق نواز گورانی صاحب ہیں انہوں نے تفصیل کے ساتھ وہاں پر جو ٹیکنیکل سٹاف کی پریشانیاں دی ہیں۔ ہم آئے روز اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ سب انجینئر کلیریکل سٹاف کی ترقی کے نتیجے میں پہلے وہ سینئر ہوتے تھے لیکن اب وہ نیچے آ گئے ہیں۔

جناب چیئرمین: جی، بہت شکریہ۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب چیئرمین! یعنی کلرک ان سے بالا ہوگئے ہیں تو میں ان سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ سب انجنیئر مطالبہ کر رہے ہیں کہ ان کو گریڈ-11 سے 16 دیا جائے اور اس طرح سے باقی جتنا بھی ٹیکنیکل سٹاف ہے ان کے لئے اس بجٹ میں کوئی گنجائش نکالیں۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب! باقی تجاویز آپ ان کو لکھ کر دے دیں۔ شکریہ

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب چیئرمین! میں آخر میں دو باتیں ضرور کروں گا۔ غریب آدمی جس کے سر پر چھت نہیں ہے ان کے بارے میں کچھ ذکر لیڈر آف دی اپوزیشن نے کیا ہے۔ میں اسمبلی میں اس کے بارے میں debate بھی کی تھی اور پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ نے یہ وعدہ کیا تھا تو میں نے ان سے کہا تھا کہ میں اس کے پیچھے پڑوں گا۔ اس بجٹ میں ہر ضلع کے اندر غریبوں کے لئے تین مرلہ ہاؤسنگ سکیم ضرور بنائیں بے شک آپ ان کو مکان بنا کر نہ دیں وہ خود ہی بنا لیں۔ اگر آپ وہاں پر سیوریج اور سڑک کے چھوٹے موٹے مسائل حل کریں گے تو لوگ خود ہی اپنا جھونپڑا بنا لیں گے یہ بہت ضروری ہے۔ میرا بہاولپور پسماندہ ہے میں اس کے حوالے سے بات کر رہا ہوں کہ وہاں پر لوگ بلبلاتے ہیں۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب! باقی تجاویز آپ لکھ کر منسٹر صاحبہ کو دے دیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب چیئرمین! آخر میں یہ میں کہوں گا کہ میں ہیلتھ پر بھی بہت سی باتیں کرنا چاہتا تھا۔ بہاولپور وکٹوریہ ہسپتال میں 30 بیڈز کا آئی سی یو وارڈ بنا ہے، اس کو چھ سال ہو چکے ہیں اور وہاں مشینری پڑی پڑی گھل گئی ہے لیکن چھ سال سے اس کو SNE ہی نہیں ملی ہے۔ میں فنانس ڈیپارٹمنٹ کے پیچھے پڑا ہوں اور سیکرٹری صاحب نے وعدہ کیا ہے کہ ہم سپلیمنٹری کے لئے لکھیں گے مجھے نہیں معلوم کہ SNE ملے گی یا نہیں لیکن میں منسٹر صاحبہ سے درخواست کروں گا کہ یہ جو ہمارا آئی سی یو وارڈ ہے اس کے لئے ہمیں خدا کے لئے کوئی SNE دیں تاکہ یہ running میں آجائے ورنہ اس پر لگے کروڑوں روپے ضائع ہو رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: اب محترمہ گلناز شہزادی آپ بات کریں۔

محترمہ گلناز شہزادی: جناب چیئرمین! شکریہ۔ میں یہاں اس فورم پر سب سے پہلے سی پیک کے کامیاب افتتاح اور انٹرنیشنل کرکٹ کی پاکستان میں بحالی کے لئے اپنے محترم وزیراعظم میاں محمد نواز شریف اور معزز وزیراعلیٰ میاں محمد شہباز شریف کو مبارکباد دینا چاہوں گی۔ میں پی پی۔123 اور سٹی سیالکوٹ دوبرجی ملیاں کی رہائشی ہوں۔ میں نے اپنی پری بجٹ speeches میں تجویز بھی دی تھی اور یہ request کی تھی اپنے گورنمنٹ پرائمری گرلز سکول کی ایلیمنٹری اپ گریڈیشن کے لئے تو الحمدللہ وہ اگست 2016 میں فنکشنل ہو گیا جس کے لئے میں پنجاب گورنمنٹ کی بہت شکر گزار ہوں۔ ہم وہاں پر اس کے ساتھ ساتھ جو issues face کرتے ہیں ان کو بھی highlight کرنا چاہوں گی۔ وہاں پر کثیر آبادی سیوریج سسٹم سے محروم ہے اور بہت سی مشکلات کو face کرنا پڑتا ہے، خاص طور پر election days میں سب سے زیادہ issue جو کہ face کرنا پڑتا ہے وہ سیوریج سسٹم کا ہی ہوتا ہے لہٰذا میری منسٹر صاحبہ سے یہ گزارش ہے کہ ADP میں شامل کر کے اس issue کو resolve کروا دیں تو ہمارے علاقے کے لئے یہ بہت نوازش ہو گی۔ اس کے ساتھ ساتھ موبائل ایجوکیشن پروگرام کی بات میں ہمیشہ اپنی pre budget speeches and post budget speeches میں کرتی رہی ہوں اور اس حوالے سے بہت سی تجاویز بھی میں نے دی ہیں تو اس کے لئے میں دوبارہ پنجاب گورنمنٹ کا دل سے شکریہ ادا کرنا چاہوں گی کہ تقریباً ایک سال پہلے چولستان سے اس کا آغاز کر دیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین! میری اب یہ درخواست ہے کہ اس کے لئے مزید بجٹ allocate کرنے کی شدید ضرورت ہے تاکہ ہم موبائل ایجوکیشن پروگرام کو extend کریں اور literacy rate کو تیزی کے ساتھ enhance کیا جاسکے۔ اس کے ساتھ ساتھ سکول ایجوکیشن پر پنجاب گورنمنٹ کا بہت focus رہا ہے۔ یہاں پر ٹریننگ کی بات ہوئی تو ٹریننگ بھی recruitment سے پہلے دی جارہی ہے لیکن جو چیز میں خاص طور پر highlight کرنا چاہوں گی وہ یہ ہے کہ جب پرائمری سکول سے ایلیمنٹری اپ گریڈیشن کی جاتی ہے تو وہاں پر جو ہیڈ مسٹریس یا ہیڈ ماسٹر recruit کئے جاتے ہیں ان کی ایڈمنسٹریشن کے لئے ٹریننگ کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے جس کو اس وقت ignore کیا جاتا ہے۔

جناب چیئرمین! میں اپنی speech wind up کرنے لگی ہوں لیکن ہائر ایجوکیشن کے لئے میری ایک request ہے کہ ہائر ایجوکیشن کی مانیٹرنگ کا جو last decade سے structure چلا آرہا ہے وہاں پر ایک ڈپٹی ڈائریکٹر کالجز اور ایک اسسٹنٹ ڈائریکٹر کالجز ہیں یہ practice across the Punjab چل رہی ہے۔ Last decade میں بھی دیکھیں تو کالجز کی تعداد میں بے شمار اضافہ ہوا ہے تو میری یہ request ہوگی کہ میں خاص طور پر یہ چیز بتانا چاہوں گی کہ تمام اضلاع میں ہی دیکھیں تو male ADC ہی دکھائی دیتے ہیں لیکن کوئی خاتون اسسٹنٹ ڈائریکٹر یا ڈپٹی ڈائریکٹر کالجز دکھائی نہیں دیتی لہٰذا تمام اضلاع میں خصوصی طور پر گورنمنٹ وومن کالجوں کے لئے یہ سیٹیں create کی جائیں اور اس کے لئے بجٹ allocate کیا جائے تاکہ ان کالجوں میں مزید betterment ہوسکے۔ شکریہ

جناب چیئرمین: شکریہ۔ رانا منور غوث خان!

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: جناب چیئرمین! میں شکر گزار ہوں کہ بالآخر مجھے بھی موقع ملا کہ میں اپنی بات کرسکوں۔ چونکہ اس وقت صرف محترمہ وزیر خزانہ اور پارلیمانی سیکرٹری تشریف فرما ہیں یا ہمارے بزرگ میاں محمد رفیق ایوان میں موجود ہیں۔ میں نے جب بھی کبھی کوشش کی ہے کہ تقریر میں بروقت نام آجائے تو مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ سیکرٹریٹ والے نام کیوں آگے پیچھے کردیتے ہیں اور یقیناً مجھے یہ شکایت تھی لہٰذا آج میں اس بھرے ایوان میں اپنی یہ شکایت پیش کررہا ہوں اس لئے اس کو ذرا inquire کیجئے گا کہ میرا نام آگے پیچھے کیوں کیا گیا ہے کیونکہ پہلے بھی کئی دفعہ ایسا ہوچکا ہے؟

جناب چیئرمین! ماحولیاتی آلودگی اس وقت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ آپ ٹریفک کا رش دیکھ لیں تو یقیناً ہماری حکومت، وزیراعظم اور وزیراعلیٰ قابل تعریف ہیں کیونکہ موٹرویز بن رہے ہیں، سی۔پیک بن رہا ہے، سڑکیں کشادہ ہو رہی ہیں، شہروں کے links بہترین بن رہے ہیں اور سفری سہولیات کو آسان کرنے کے لئے ہماری وفاقی حکومت اور صوبائی حکومت کوشش کر رہی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ماحولیاتی آلودگی کو جب تک ہم بہتر نہیں کریں گے اس پر قابو نہیں پائیں گے تو یقیناً بیماریاں بھی پھیلیں گی، انسانی زندگیوں کا خدانخواستہ زیاں بھی ہوگا اور مستقبل قریب میں ہمیں ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے بہت سے challenges بھی درپیش ہوں گے۔ آج وقت کی اہم ضرورت ہے کہ اس پر ہمیں پیش بندی کرنی چاہئے۔ جس طرح سے ہمارے وزیراعلیٰ دیگر کاموں کو task بنا کر کام کرتے ہیں اور اللہ کے فضل و کرم سے اُن کو کامیابی بھی ملتی ہے اسی طرح ماحولیاتی آلودگی کو چاہے وہ زمینی سطح پر اندرونی یا بیرونی فضائی آلودگی ہو ان سب چیزوں کو کنٹرول کرنے کے لئے حکومت کو آئندہ بجٹ میں ایک خاص بجٹ مختص کرنا چاہئے اور اس پر خاص توجہ دینی چاہئے۔

جناب چیئرمین! صاف پانی پراجیکٹس launch کئے گئے ہیں، یقیناً واٹر سپلائی بھی لگ گئی ہے اور پچھلے کئی سالوں سے اس پر کام ہو رہا ہے لیکن اس کو ادھورا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ میں چونکہ ایک دیہاتی بندہ ہوں تو اس کی study کرتے ہوئے مجھے یہ سمجھ آئی ہے کہ نہروں کے قریب جو دیہات ہیں جہاں پر watercourses گزر رہے ہیں وہاں پر seepage water کی وجہ سے پانی تھوڑا میٹھا دستیاب ہوتا ہے لیکن پنجاب میں یہ بدقسمتی ہے کہ دیہاتوں میں حتیٰ کہ شہروں میں بھی پانی کڑوا ہوتا ہے۔ ہمارے سرگودھا شہر میں پانی بے حد کڑوا ہے جس کی طرف توجہ نہیں دی جا رہی اور ڈیپارٹمنٹ تھوڑی بہت exercise کرتا ہے پھر کام رُک جاتا ہے۔ دیہاتوں میں واٹر فلٹریشن پلانٹس کے لئے کوششیں کی جا رہی ہیں جس کے لئے sites بھی select ہو چکی ہیں اور feasibility رپورٹ بھی بن چکی ہے لیکن on ground کچھ بھی نظر نہیں آ رہا۔ دیہاتوں میں ایک واٹر سپلائی سکیم دو، تین یا پانچ کروڑ روپے کی لاگت سے بنتی ہے، جب وہ بن جاتی ہے تو اس کو User Committee کے حوالے کر دیا جاتا ہے اور اس کمیٹی میں دیہات کے لوگ ہوتے ہیں۔

جناب چیئرمین: جی، wind up کریں۔

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: جناب چیئر مین! مجھے تھوڑا ٹائم دیجئے گا کیونکہ میں نے آج آخر وقت تک انتظار کیا ہے۔ مجھے یقیناً پتا ہے کہ منسٹر صاحبہ کی مصروفیت بھی ہے۔

جناب چیئر مین: ٹائم تھوڑا رہ گیا ہے اور ابھی دو تین ممبران نے بات کرنی ہے۔

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: جناب چیئر مین! میری request ہے کہ تھوڑا ٹائم extend کر لیں کیونکہ چند ایک تجاویز ہیں اور ضروری باتیں کر کے میں wind up کر لوں گا۔

جناب چیئر مین: جی، ایوان کا وقت پانچ منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: جناب چیئر مین! منسٹر صاحبہ یہاں پر تشریف فرما ہیں۔ آپ کی وساطت سے میری ان سے یہ گزارش ہے کہ ہمارا پبلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ یقیناً اچھا کام کر رہا ہے، ڈرینج سیوریج سکیمیں بنا رہا ہے اور واٹر سپلائی سکیمیں بنا رہا ہے لیکن جب ہم ایک واٹر سپلائی سکیم بنا کر چند غیر ذمہ دار افراد یعنی User Committee کے حوالے کر دیتے ہیں جن کی کوئی assurance نہیں ہے، کوئی گارنٹی نہیں ہے اور کوئی surety bond نہیں ہے تو پھر بعد میں پتا چلتا ہے کہ چار یا چھ ماہ بعد موٹر چوری ہو گئی ہے، ٹرانسفارمر چوری ہو گیا ہے اور پائپ لائنیں پھٹ گئی ہیں جس کی وجہ سے وہ واٹر سپلائی سکیم چھ مہینے بعد ختم ہو جاتی ہے جس پر ہماری حکومت نے تین کروڑ روپیہ لگایا ہوتا ہے جو کہ غریبوں کا خون اور پسینہ ہوتا ہے۔

جناب چیئر مین! اس حوالے سے میں تجویز دوں گا کہ اس کے لئے Operation Maintenance Wing کی ضرورت ہے۔ اگر ہم پبلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ میں Operation Maintenance Wing بنا لیں گے، اپنے ملازمین کے حوالے کریں گے اور گورنمنٹ کا اس کے اوپر proper check and balance ہو گا تو یقیناً واٹر سپلائی سکیموں کی life بیس سال ہو جائے گی۔ اگر ہم اس کی طرف پوری توجہ دیں تو انشاء اللہ ہمارا یہ تین کروڑ روپیہ ضائع نہیں جائے گا۔

جناب چیئر مین! میں نے اسمبلی میں بڑی دفعہ قرار دادیں اور تحاریک التوائے کار بھی جمع کروائی ہیں لیکن ڈیپارٹمنٹ اس کو violate and bulldoze کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آپ دیکھیں کہ ہائی ویز ڈیپارٹمنٹ میں بالآخر Operation Maintenance Wing بنانا پڑا اور اب سڑکوں کی تعمیر و مرمت ان کے حوالے کی گئی ہے۔ اسی طرح میں درد دل سے یہ بات کر رہا ہوں کہ اگر ہم واٹر سپلائی سکیموں کی طرف پوری توجہ دیں گے تو ہمیں صاف پانی میسر ہو گا، اس سے ہماری صحت بھی

ٹھیک ہو گی اور اگر ہماری صحت ٹھیک ہو گی تو ہم تعلیمی میدان میں بھی ترقی کریں گے۔ ہمارے وزیر اعلیٰ boundary walls بنوار ہے ہیں، safety walls بنوار ہے ہیں، toilet blocks بنوار ہے ہیں، سکولوں و کالجوں کی اپ گریڈیشن ہو رہی ہے لیکن اگر ہمیں پانی دستیاب نہیں ہو گا تو ہماری صحت ہو گی اور نہ ہی تعلیم ہو گی۔

جناب چیئرمین: رانا صاحب! آپ اپنی باقی تجاویز منسٹر صاحبہ کو لکھ کر دے دیں۔

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: جناب چیئرمین! میں بس wind up کر رہا ہوں۔ میں دیہاتی بندہ ہوں اور زراعت سے منسلک ہوں۔ زرعی انکم ٹیکس اور زرعی ٹیکس جو زمینداروں پر لاگو کیا گیا ہے اس حوالے سے 2002 کی اسمبلی میں اور اس سے پہلے بھی تجاویز آتی رہی ہیں لیکن اب پورے پنجاب کے زمیندار اس وقت frustrate ہو چکے ہیں۔ آپ بڑے شہر کے رہنے والے ہیں تو آپ کو بخوبی پتا ہے کہ cheques کی transaction پر لوگ کتنے پریشان ہیں؟ اسی طرح سے زرعی ٹیکس اور زرعی انکم ٹیکس کی وجہ سے صوبہ کا ہر کسان اور زمیندار پریشان ہے۔ میں نے اس حوالے سے وزیر اعلیٰ سے بھی humble request کی تھی بلکہ اسمبلی کے اسی floor سے ہماری سٹینڈنگ کمیٹی میں ایوان کے مزید ممبران شامل کر کے کچھ تجاویز وزیر قانون اور وزیر اعلیٰ کو روانہ کی گئی ہیں لہٰذا میری محترمہ وزیر خزانہ سے یہ گزارش ہے کہ مہربانی کر کے جلد ہی وزیر اعلیٰ اور وزیر قانون کی ایک میٹنگ کروائیں جس میں بطور وزیر خزانہ یقیناً آپ بھی بیٹھیں گی تو پنجاب کے زمینداروں اور کسانوں پر آپ کی یہ بڑی نیکی ہے۔ جس طرح سے آپ لاتعداد subsidies دے رہے ہیں، زمینداروں پر عنایتیں کرتے ہوئے کھاد، بجلی اور نہری پانی کے حوالے سے آسانیاں پیدا کر رہے ہیں اسی طرح یہ بھی بہت بڑی آسانی ہو گی۔ اس اقدام سے انشاء اللہ پنجاب میں انقلاب ابھر کر سامنے آئے گا اور جس طرح مزدور اور کسان ہمارے ساتھ شانہ بشانہ چلتے ہیں اسی طرح اللہ کے فضل و کرم سے آنے والے 2018 کے انتخابات میں بھی یقیناً یہ ہمارے ساتھ چلیں گے۔

جناب چیئرمین: جی، رانا صاحب! بہت شکریہ

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: جناب چیئرمین! بس ایک آخری بات کرنی ہے۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ آپ اپنی باقی گزارشات تحریری دے دیں۔

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: جناب چیئرمین! میرا یہ آخری point ہے۔ پورے پنجاب کی ڈویلپمنٹ stone crushing areas سے منسلک ہے اور stone crushing area میرے حلقے سے منسلک ہے لیکن وہاں کی سڑکوں کا اتنا بُرا حال ہے کہ 22 wheelers ٹرک وہاں پر چل رہے ہیں جو کہ پورے پنجاب میں construction material لے کر جا رہے ہیں۔ میرے حلقے کی وہ دو اہم سڑکیں ہیں جو 119 موڑ، جو stone crushing area ہے سرگودھا کا پل گیارہ جو وہاں کا بزنس کا hub ہے تو اس سڑک کی ناگفتہ بہ حالت ہے جہاں پر ایک سائیکل نہیں چل سکتا۔

جناب چیئرمین: اجلاس کا وقت مزید پانچ منٹ بڑھایا جائے۔

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: جناب چیئرمین! میری محترمہ وزیر خزانہ سے گزارش ہے کہ اے ڈی پی میں یہ سڑک آئی ہے 58 جنوبی via 119 موڑ سلانوالی روڈ، اس کی اے ڈی پی میں جو block allocation کی گئی تھی وہ 100 فیصد utilize ہو چکی ہے۔ بقیہ سڑک جو رہتی ہے اس کی اتنی بُری حالت ہے کہ شام سے صبح اور صبح سے شام تک وہاں پر ٹریفک block رہتی ہے۔ وہاں پر ٹرانسپورٹ کی proper transaction نہیں ہو رہی تو مہربانی کر کے اس block allocation میں سے کچھ رقم دے دی جائے تاکہ سڑک کا بقیہ کام شروع ہو جائے، لوگوں کے لئے آسانی پیدا ہو جائے اور construction material development کے لئے پورے پنجاب میں آسانی سے سپلائی ہو جائے۔ بہت شکریہ

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ ملک محمد وارث کلو۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ ملک احمد سعید خان۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جناب طارق مسیح۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محترمہ تحسین فواد۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محترمہ فوزیہ ایوب۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ میاں محمد رفیق! میاں صاحب! دو منٹ میں wind up کر لیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں دو تین باتیں ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں۔

میاں محمد کاظم علی پیرزادہ: جناب چیئرمین! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

میاں محمد کاظم علی پیرزادہ: جناب چیئرمین! میں نے زیرو آور کے لئے نوٹس دے رکھا تھا جس کے انتظار میں بیٹھا ہوا ہوں تو مہربانی کر کے مجھے بھی وقت دیا جائے۔

جناب چیئرمین: اجلاس کے وقت میں پانچ منٹ کا اضافہ کیا گیا تو میاں محمد رفیق صاحب کے بعد آپ اپنی بات کر لیجئے گا۔

میاں محمد رفیق: جناب چیئرمین! میں یہ گزارش کروں کہ پیر محل شہر کے قریب سے لاہور خانیوال موٹروے تعمیر ہو رہا ہے۔ ہم اس کے خلاف نہیں ہیں بلکہ ہمیں تو خوشی ہے کہ لوگوں کو ایک سہولت مل رہی ہے لیکن موٹروے والوں نے کوتاہ اندیشی کی ہے کہ پیر محل کہہ کر جو کچا بائی پاس تھا، باواکرم کی کچی درمیانی سڑک کو بند کر دیا ہے جس کے اوپر سے موٹروے گزار رہے ہیں۔ پیر محل شہر کے اندر اور پیر محل شورکوٹ روڈ پر congested آبادی کی وجہ سے پچاس کے قریب ہلاکتیں ہو جاتی ہیں تو موٹروے بنانے والوں سے یہ راستہ خالی کروایا جائے اور درمیانی روڈ جو بند کر دی وہ ایک future بائی پاس ہے اور پیر محل کے لئے رنگ روڈ ہے جسے کھلوایا جائے۔ وہاں پر احتجاج بھی ہوتے ہیں اور لوگ احتجاج کرتے ہیں۔ ہم تو وہاں پر بائی پاس تعمیر کرنا چاہتے ہیں لیکن موٹروے والوں نے اس کا راستہ بند کر دیا ہے تو میری گزارش ہے کہ اس کو کھلوایا جائے۔

جناب چیئرمین! دوسری بات یہ ہے کہ شہروں کی آلودگی کی بات ہوئی ہے تو زیر زمین پانی بہت آلودہ ہے کیونکہ فیکٹریوں کو وہاں پر پابند نہیں کیا جاتا کہ وہ ٹریٹمنٹ پلانٹ لگوائیں کیونکہ فیکٹریوں کا سارا پانی دریاؤں اور نہروں میں جا رہا ہے اور ہم دیہاتی لوگ نہری پانی استعمال کرتے ہیں اور فیکٹریوں کے اس آلودہ پانی کی وجہ سے بہت سی بیماریاں پھیل رہی ہیں۔

جناب چیئرمین! میں نے کل اپنی پری بجٹ تقریر میں 2.5۔ارب روپے کی ڈکیتی کی ایک بہت بڑی خبر دی اور نشاندہی کی کہ T.S link canal کی water logging کو ختم کرنے کے لئے اڑھائی ارب روپے لوٹا جا رہا ہے جو کہ قزاقی ہے اور ڈکیتی ہے لیکن مجھے افسوس ہے کہ میڈیا اور پریس والوں نے اس نشاندہی پر کوئی توجہ نہیں دی۔ میں 2.5۔ارب روپے کی ڈکیتی کو own کرتا ہوں اور مجھے کسی بھی عدالت میں لے جائیں تو میں یہ بتاؤں گا۔

جناب چیئرمین: میاں صاحب! بہت شکریہ۔ اب اجلاس کا وقت ختم ہو گیا ہے اور اجلاس کل بروز جمعرات 16۔مارچ 2017 کی صبح 10:00 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔